اللہ نور السموت والارض ۔ مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح ۔
اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔
اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ (النور:۳۶)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے

یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

ربیع الاول / ربیع الثانی 1425 ہجری قمری
ہجرت 1383 ہجری شمسی
مئی 2004 عیسوی

ماہانہ
مشکوٰۃ
قادیان
مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت الحاج مولوی نور الدین صاحب بھیروی
خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

"آئندہ انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے کوئی بدخواہ..... اب خلافت احمدیہ کا بال بیکا نہیں کرسکتا اور جماعت اسی شان سے ترقی کرے گی۔ خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی۔"
(فرمان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۲۰ جون ۱۹۸۲ء)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وعلی عبدہ المسیح الموعود

ماہنامہ
مشکوٰۃ
قادیان
مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔
(المصلح الموعود)

جلد-23 ہجرت 1383 ہجری شمسی بمطابق مئی 2004ء شمارہ- 5

ضیاپاشیاں

اداریہ	1
فی رحاب تفسیر القرآن	3
کلام الامام	4
عرفان کے موتی	5
صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ایمان افروز تذکرہ	10
خلافت کی اہمیت و برکات	18
توحید الٰہی	29
اخبارِ مجالس	32
وصایا 15272 سے 15280	34

نگران: محمد نسیم خان
صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

ایڈیٹر
زین الدین حامد

نائبین
نصیر احمد عارف
عطاء الٰہی احسن غوری
شاہد احمد ندیم

مینیجر حافظ مخدوم شریف (برائے دفتری امور)
سید فیروز الدین (برائے سرکولیشن)

پرنٹر و پبلشر منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے

کمپوزنگ صمد احمد غوری، شاہد احمد ندیم، تسنیم احمد فرخ

دفتری امور راجا ظفر اللہ خان انسپکٹر مشکوٰۃ

مقام اشاعت دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

مطبع فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان

ای میل ایڈریس
e-mail: mishkat_qadian@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن
http://www.alislam.org/mishkat

سالانہ بدل اشتراک
اندرون ملک: 120 روپے
بیرون ملک: 30 امریکن $
یا متبادل کرنسی قیمت فی پرچہ: 10 روپے

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے

Printed at Fazle Umar Printing Press Qadian and Issued from Office Majlis Khuddamul Ahmadiyya Qadian (Pb)
By Munir Ahmad Hafizabadi M.A Printer & Publisher.

اداریہ

عراقی قیدیوں کے ساتھ امریکن فوجیوں کا بہیمانہ رویہ

اگر چہ امریکہ گزشتہ سال مارچ میں غاصبانہ وجارحانہ اقدام کے ذریعہ عراق پر اپنا قبضہ جمانے میں کامیاب ہوگیا اور عراق کے فرمان روا کو تخت وتاج سے بے دخل کیا۔لیکن عراق کے عوام کے دل جیتنے میں وہ ناکام رہا۔ بھلے ہی وہ اپنی فتح کا جشن منا چکا ہو اور اختتام جنگ کا اعلان بھی کیا جاچکا ہو مگر آئے دن مواصلاتی ذرائع ابلاغ سے یہ اطلاع مل رہی ہے کہ صدر بش کا اعلانِ اختتام جنگ دراصل ایک نئی جنگ کا آغاز تھا۔عراق کے باشعور اور غیور عوام اس بات کو قطعًا برداشت نہیں کرپاتے کہ ان کے وطن عزیز پر دجالی قوتیں قابض رہیں۔ نہ صرف معزول صدر صدام حسین کے حامیوں کی طرف سے شدید مضائقہ کی خبریں آرہی ہیں شیعہ بھی امریکہ کے خلاف کھڑے ہوگئے جنہوں نے صدام کے خلاف امریکیوں کو خوش آمدید کہا تھا۔ فالوجا شہر میں ہوئے بھاری خون خرابے کے بعد امریکی فوجوں کو وہاں سے جانا پڑا۔شیعہ مذہبی رہنما مقتدا صدر کی قیادت میں شیعہ لڑاکے اور دوسرے خودکُش امریکی فوجیوں پر حملے کر رہے ہیں جس سے جنگ کے اختتام کے اعلان کے بعد سے اب تک 130 سے زائد امریکی فوجی مارے جا چکے ہیں اور سینکڑوں عراقی نوجوان اپنے وطن کی عزت و ناموس کی خاطر اپنی جانیں قربان کرچکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔عراقی عوام کسی صورت میں بھی امریکہ اور حلیف ملکوں کی بالادستی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔سوموجودہ صورت حال بتارہی ہے کہ اگر عراقی عوام کو صحیح رہنمائی مل جائے باہمی فروعی اختلافات کو بھلا کر متحد ہوجائیں تو بعید نہیں کہ عراق امریکہ کے لئے دوسرا ویت نام ثابت ہو۔بہرکیف عراقی عوام کب تک ظالم زمانہ کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنتا پڑے گا اور کب یہ قوم دجالی تسلط سے آزاد ہوجائے گی یہ ہم معین نہیں کہہ سکتے۔لیکن ایک بات تو قطعی اور یقینی ہے کہ قرآن کریم کی واضح تعلیم کے مطابق کہ

اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:١٢)

جب تک یہ قوم اپنے اندر غیر معمولی تبدیلی پیدا نہیں کرلیتی اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کے الٰہی وعدہ کی مستحق اپنے آپ کو نہیں بناتی خداتعالیٰ کی تائید و نصرت کی امید نہیں کی جاسکتی۔عراق کے اندر کام کرنے والے دینی وسیاسی تنظیموں کو اس اہم نکتہ کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

امریکن فوجیوں کی طرف سے عراق کے سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کی خبریں آرہی ہیں وہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں۔ایک طرف امریکہ سیاسی قیدیوں کے ساتھ جنیوا سمجھوتے کے تحت سلوک کئے جانے کی راگ الاپتے ہوئے دنیا کو گمراہ کر رہا ہے دوسری طرف ان قیدیوں کے ساتھ ظلم وزیادتی میں تمام انسانی قدروں کو پامال کرکے رکھدیا ہے۔جو تفصیلات مختلف اخبارات میں شائع ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

عراقی قیدیوں سے اجتماعی پوچھ تاچھ کے وقت انہیں پوری طرح ننگا کرنے، ننگی حالت میں ہی ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر پرامڈ بنانے، بے ہوش ہونے پر ان کے جسموں کو ایک دوسرے پر ڈھیر بنا کر پھینک دینے، سگریٹ سے جلانے، قیدیوں کو ایک دوسرے کا بوس وکنار کرنے، ہم جنسی سیکس کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔حتیٰ کہ کچھ قیدیوں کیساتھ زنا بالجبر بھی کیا جاتا رہا۔انہی اذیتوں کی وجہ سے چالیس کے قریب قیدیوں کی موت بھی ہوگئی۔اور کچھ جیل توڑ کر بھاگے۔جو تصاویر اس سلسلہ میں دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ سے ہم تک پہنچی ہیں وہ نہایت بھیانک اور Dark Age کی حیوانیت اور بربریت کی یاددلانے والی ہے۔امریکہ کے اس ظالمانہ اقدام کی دنیا بھر کے باشعور، دانشوروں، سربراہوں اور تنظیموں کی طرف سے شدید مذمت کی گئی ہے اور خود صدر بش کو متعدد مرتبہ مختلف تقریبات کے دوران معافی مانگنی پڑی ہے۔ ان گھناؤنے جرائم میں ملوث افسران کو سخت سزا دینے کا بھی اعلان کیا ہے اور ساتھ ہی ابوغریب جیل کو توڑنے اور قیدیوں کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا فیصلہ بھی کیا

گیا ہے۔

عراق کے یہ سلسلہ وار واقعات سے امریکہ ساری دنیا میں بدنام ہو چکا ہے۔ امریکہ جو ساری دنیا میں انسانی حقوق کا محافظ بن بیٹھا ہے اس کا اصلی چہرہ بے نقاب ہو گیا ہے۔

امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کے اصلی چہرہ کو نمایاں کرنے والے ان واقعات کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ خاص طور پر اس موقع پر مسلمان ممالک کو علَمِ احتجاج بلند کرنا چاہئے۔ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارہ میں اسلامی تعلیم اور اس کی شاندار روایات کو منظر عام پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں سے حسن سلوک کرنے کی اس قدر تاکید فرماتے تھے کہ ان تعلیمات سے متاثر ہو کر صحابہؓ اپنی قمیصیں اتار اتار کر قیدیوں کو ہاں اپنے خون کے پیاسوں کو دیدیں۔ خود خشک کھجوروں پر گزارہ کیا اور انہیں پکا ہوا کھانا دیا۔ آپ پیدل چلے اور انہیں سوار کیا۔ کیا دنیا میں کسی قوم میں کسی زمانہ میں اس کی مثال ملتی ہے؟ امریکہ جس کو Super Power ہونے کا غرور ہے اور ساری دنیا میں انسانی حقوق کی حفاظت کا بزعم خود ٹھیکہ لیا ہوا ہے اس کے جوانوں کے ہاتھوں کس قدر انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ بہرحال ایک بات قطعی اور یقینی ہے کہ ظالم ضرور سزا پائے گا۔ جلد یا بدیر۔

عراق کی صورت حال کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عراقی عوام کو ایک حکیمانہ، معاملہ فہم اور انصاف پسند قیادت کی ضرورت ہے تاکہ ان کی تمام طاقتوں کو ایک سمت مل جائے۔ وہ زیادہ قوّت کے ساتھ اپنے ملک کی سالمیت کے لئے کوشش کر سکیں۔ فرط جذبات میں بلا سوچے سمجھے امریکن حملوں کا شکار بننا عقلمندی نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ قوم اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے، اپنے دینی، معاشرتی، سیاسی و دیگر امور کی اصلاح کریں تو لازماً اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اس قوم کی پشت پناہی کرے گا اور آسمان سے تائید و نصرت کی ایسی ہوائیں چلیں گی کہ امریکہ کا کوئی وار کارگر نہیں ہو سکے گا اور دنیا دیکھے گی کہ مسلمانوں کے ایمانی جذبات کی طاقتوں کے سامنے دشمن کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہو سکتا۔

﴿زین الدین حامد﴾

مرکز احمدیت میں مختلف تقریبات

۲۳ر مارچ یوم مسیح موعودؑ کی مناسبت سے ایک جلسہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ پہلی تقریر محترم مولوی تنویر احمد صاحب خادم نائب ناظر اصلاح وارشاد نے کی جسمیں موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے ظہور کی پیشگوئی کے بارہ میں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے آپ کی صداقت کے دلائل بیان کیے۔ دوسری تقریر خاکسار زین الدین حامد ایڈیٹر مشکوٰۃ کی تھی۔ خاکسار نے سیرت حضرت مسیح موعودؑ کے دو نمایاں پہلو شفقت علیٰ خلق اللہ اور محبت رسولؐ پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ صدارتی تقریر میں حضرت میاں صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے مختلف اقتباسات کی مدد سے جماعت کے روشن مستقبل اور غلبہ اسلام کے متعلق تفصیل سے بیان کیا۔ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ بابرکت اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم

۳ر مئی ۰۴ء کو جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انعقاد مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا۔ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب کی صدارت میں منعقدہ اس اجلاس میں دو تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری کی تھی۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ظاہر ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کے عنوان سے تقریر کی۔ دوسری تقریر محترم مولانا منیر احمد صاحب خادم کی تھی۔ جسمیں آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحیثیت رحمۃ للعالمین کے عنوان سے مفصّل تقریر فرمائی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے بعد یہ بابرکت اجلاس نہایت خیر وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ یوم خلافت

۲۷ر مئی کو یوم خلافت کی مناسبت سے ایک جلسہ مسجد اقصیٰ قادیان میں منعقد ہوا جس کی صدارت محترم الحاج ابراہیم بن آدم بونیشنل سیکریٹری تبلیغ غانا نزیل قادیان نے فرمائی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد رونما ہونے والے حالات وایمان افروز کوائف وروئداد خلافت اولیٰ کے عنوان پر محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد نے تقریر کی۔ دوسری تقریر مکرم مولوی عبدالوکیل صاحب نیاز نے منصب خلافت،خصوصیات وامتیازات کے عنوان سے کی۔

صدارتی خطاب میں محترم الحاج ابراہیم صاحب موصوف نے انگریزی زبان میں غانا کے حالات اور بعض ایمان افروز واقعات کا بہت دلنشین انداز میں تذکرہ کیا جس کا رواں اردو ترجمہ مکرم ڈاکٹر طارق احمد صاحب SMO احمدیہ شفاخانہ قادیان نے کیا۔ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ بابرکت جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(طاہر احمد چیمہ۔سیکریٹری اصلاح وارشاد حلقہ نور قادیان)

سورۃ الطارق

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۞ وَمَآ اَدْرٰکَ مَالطَّارِقُ ۞ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۞ ﴿تیسری قسط﴾

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۞ وَمَآ اَدْرٰکَ مَالطَّارِقُ ۞

ترجمہ: (مجھے) قسم ہے آسمان کی اور صبح کے ستارے کی اور کس چیز نے تجھے علم دیا ہے کہ صبح کا ستارہ کیا ہے۔

تفسیر (تیسری قسط): اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں آسمان کو۔ پہلی سورۃ میں بھی آسمان کو بطور شہادت پیش کیا گیا تھا مگر وہاں فرمایا تھا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وہاں اس ترتیب کو بیان کیا گیا تھا کہ مختلف حالتوں میں سے اسلام گزرتا جائے گا اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کا کام جاری رہے گا یہاں تک کہ یَوْمِ مَوْعُوْد آ جائے گا یعنی ایسا شخص کھڑا ہوگا جس کا نام نبی ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوگا کہ شائد نور محمدی ختم ہوگیا ہے۔ چونکہ یہ شبہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوسکتا تھا اس لئے فرماتا ہے کہ اب ہم اس کی دوسری جہت کو پیش کرتے ہیں کہ اس کی ایک جہت ایسی ہی ہے جیسے طارق ہوتا ہے۔ جس طرح آسمانی نظام میں دونوں باتیں ہوتی ہیں چاند بھی ہوتا ہے اور تاریک راتیں بھی ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ بدر بھی ہوگا اور طارق بھی۔ گویا ایک نام ایک جہت سے ختم کرنے کے معنی دیتا ہے اور دوسرا نام دوسری جہت سے اجراء کے معنی دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت جہاں نور محمدی کو بالواسطہ پھیلائے گی۔ وہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو بھی دنیا میں قائم کردے گی۔ پس آپ کا بدر نام ہے اس وقت کا جب تک کہ اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہوتا اور صرف روحانی فیوض ظاہر کئے جاتے ہیں جن میں مسیح موعود کا وجود بطور واسطہ اور آئینہ کے ہے اور طارق نام ہے اس وقت کا جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوجائے گا کیوں کہ مہدی کے ہاتھ پر ہی اسلام کی فتح اور اس کا غلبہ اور اس کی شریعت کا قیام مقدر ہے۔ جب تک اسلام کے غلبہ کا زمانہ آئے مسیح موعودؑ کا بدر نام غالب رہے گا۔ بدر کی جنگ میں بھی مسلمان سخت کمزور تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بدری زمانہ فتح کی علامت ہے لیکن ساتھ ہی وہ کمزوری کی بھی علامت ہے مگر نَجْمُ الثَّاقِب کمزوری کو اپنے پیچھے چھوڑتا ہوا ترقی کو اپنے آگے لے آتا ہے۔

دونوں جگہ سَمَآء کا لفظ رکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ دونوں نظام آسمان کے تابع ہوں گے۔ بدری مقام بھی الہام الٰہی سے وابسطہ ہوگا اور مہدویت کا مقام بھی الہام الٰہی سے وابسطہ ہوگا۔ بغیر آسمانی نظام کے نہ بدری نظام حاصل ہوسکتا ہے اور نہ طارق کا مقام حاصل ہوسکتا ہے یہ دونوں عہدے آسمانی نظام چاہتے ہیں۔ اور پھر اس آسمانی نظام کو دہرانے میں ایک یہ بھی غرض ہے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اس کے مختلف مظاہر پیدا کرتا رہے گا۔ کوئی مہدویت کا مظہر ہوگا اور کوئی مسیحیت کا مظہر ہوگا مگر اُن پر الہام الٰہی کا ہونا ضروری ہوگا کیوں کہ دونوں جگہ سَمَآء کا لفظ رکھا گیا ہے جو الہام الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۞ وہ ستارہ (وہ ہے) جو بہت چمکتا ہے۔

حلِّ لغت: الثَّاقِبُ: ثَقَبَ سے اسم فاعل ہے اور ثَقَبَ کے معنی چھید کرنے کے ہوتے ہیں۔ (اقرب) اور النَّجْمُ الثَّاقِبُ کے معنے ہیں روشن ستارہ جو ظلمت کو چھید دے۔ نیز کہتے ہیں ثَقَبَ النّجمُ اور معنے ہوتے ہیں اَضَاءَ یعنی ستارہ روشن ہوا۔ زمخشری اپنی کتاب اساس میں لکھتے ہیں کہ کَوْکَبٌ ثَاقِبٌ دُرِّیٌّ کے معنے ہیں شَدِیدُ الاِضاءَ ۃِ والتَّلالُؤِ کَانَّہ یَثْقُبُ الظُّلْمَۃَ فَیَنْفُذُ فِیھَا وَ یَدْرَاُھَا اَیْ یَدْفَعُھَا (اقرب) یعنی کَوْکَبٌ ثَاقِبٌ یا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ کے معنی ہوتے ہیں ایک چمکتا ہوا ستارہ جس میں خوب روشنی اور چمک ہو گویا وہ ظلمت کو چھید دیتا اور اس میں گھس کر ہر قسم کی تاریکی کو دور کردیتا ہے۔ النَّجْمُ کے معنے کے لئے دیکھیں سورۃ التکویر ۳۔

تفسیر: جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے بدر کے لفظ سے یہ بتایا گیا تھا کہ بدری لحاظ سے وہ باوجود ظلمتِ زمانہ کے آنے والا موعود نور محمدی کو پھیلا دے گا اور اس کی جماعت اسلام کی خادم ہوگی اور طارق کے لحاظ سے یہ بتایا گیا تھا کہ وہ ہر قسم کی ظلمتوں کو پھاڑ دیگا۔ درحقیقت محمدی زمانہ جلال کا زمانہ ہے اور فتوحات مہدویت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے طارق کا لفظ لا کر بتا دیا کہ اس کے آنے کے ساتھ اسلامی فتوحات کا زمانہ آجائے گا اور تمام قسم کی ظلمات کو وہ پھاڑ کر رکھ دے گا۔

﴿جــــــاری﴾ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۳۷۶،۳۷۷)

کلام الامام

جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن!

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

''سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایسے دن مقرر کیے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے۔ یہ دن بھی بڑا مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن ان کی توبہ منظور ہوئی تھی۔ اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں۔ ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں۔ ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور ان میں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ دن بیشک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش؛ ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پرواہ کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لیے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا اور لوگ اُسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس دن وہ بداعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا کہ جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے۔ توبہ کرنے والا گناہگار جو پہلے اللہ تعالیٰ سے دور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اس کے فضل سے اس کے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾ (البقرۃ:۲۲۳) بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری شرط ہے؛ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بدکرتوتوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھ لے اور اس کے احکام کے لیے اپنا سر خم کر دے تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بدعملوں کی پاداش میں تیار ہو رہا تھا، بچایا جاوے گا۔ اور اس طرح پر وہ وہ چیز پا لیتا ہے جس کی گویا اسے توقع اور امید ہی نہ رہی تھی۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۱۴-۱۱۳ جدید ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس سوال و جواب سے منتخب

عرفان کے موتی

سوال: خاتم النبیّین سے متعلق جماعت احمدیہ کا کیا عقیدہ ہے اور جماعت احمدیہ کو کیوں نان مسلم ڈیکلیئر کیا گیا ہے؟

جواب: (حضورؒ نے فرمایا) جہاں تک ڈیکلیئر کرنے والوں کا تعلق ہے کہ تو سوال تو اُن سے پوچھا جانا چاہیئے کہ اُنہوں نے کیوں ڈیکلیئر کیا؟ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمارے نزدیک تو کوئی بھی وجہ نہیں کہ ہمیں نان مسلم ڈیکلیئر کیا جائے۔ جو attribute کی گئی ہے reason (وجہ) وہ یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین کا ہم جو مفہوم لیتے ہیں وہ سوادِ اعظم کے مفہوم سے اتنا ہٹا ہوا ہے، یعنی موجودہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت سے کہ گویا ایک نیا دین بنالیا گیا ہے اور وہ فرق کیا ہے اب میں آپ کو بتا دیتا ہوں پھر فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں کہ ہم درست ہیں یا وہ کہنے والے درست ہیں۔

تعریف خاتم النبیّین کی جو اِن کے نزدیک، ہمارے مخالف تمام فرقوں کے علماء کی متفقہ تعریف ہے جو پاکستان کے constitution (کانسٹیٹیوشن) کا حصہ بن چکی ہے، اُس تعریف کی رُو سے خاتم النبین کا مطلب یہ ہے کہ ایسا رسول آ گیا جو زمانی لحاظ سے آخری ہے، جس کے بعد ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے اور آئندہ دنیا کبھی کسی نبی کا منہ نہیں دیکھے گی خواہ وہ اُمّتی ہو یا غیر اُمّتی ہو، ماتحت ہو یا غیر ماتحت ہو، اِس کی کوئی شرط نہیں، پرانا یا نیا، ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ہے۔ یہ ترجمہ ہے آج کل کے علماء کا اور ہمارا یہ ترجمہ نہیں ہے۔

پہلے اِس سے کہ میں اپنا ترجمہ بتاؤں اور اُس کی support (مدد) میں evidence (ثبوت) پیش کروں، اِن کے ترجمے کے اوپر میں کچھ گفتگو کرنی چاہتا ہوں۔ اور حوالے وہ دوں گا جو ہر فریق کو لازماً مسلّم ہیں اتنے قطعی اور یقینی ہیں کہ آج کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا عالم بھی اُن حوالوں پہ اعتراض نہیں کر سکتا۔

سب سے پہلی بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع ہوئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آیت خاتم النبین نازل ہوئی، آپ سے بہتر آیت خاتم النبیین کا کوئی مفہوم نہیں سمجھتا تھا، پھر وہ عرب مسلمان جو آپ کی صدی میں پیدا ہوئے، پھر جو اُس کے بعد روشنی کے زمانے میں آئے، پھر جو تیسری صدی میں پیدا ہوئے اُن کی بات کو لازماً زیادہ وُقعت دی جائے گی بنسبت آجکل کے علماء کے، اگر یہ مسلّمہ ہے اور میرے نزدیک مسلّمہ ہے، کوئی دنیا کا مسلمان آج یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن باتوں کے مقابل پر آج کے کسی عالم کی بات قابلِ پذیرائی ہے یعنی شنوائی کے لائق ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۲ مرتبہ خود خاتم کے لفظ کو اِس طرح استعمال فرمایا کہ اس کا وہ ترجمہ بن ہی نہیں سکتا جو آج ہم پر ٹھونسا جا رہا ہے۔ Totally defy (مکمل طور پر مخالفت) کرتا ہے وہ مضمون۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا **"میں اُس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم اپنی تخلیق کی مٹی میں لت پت تھا (تخلیق کے ابتدائی مراحل میں تھا)"**۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خاتم لفظ میں آخریت پائی جاتی ہے کہ اُس کے بعد کوئی نبی اور کسی قسم کا آ نہیں سکتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو آغازِ انسانیت سے بلکہ آغازِ زندگی سے بھی پہلے خود فرما رہے ہیں کہ میں خاتم النبیین تھا۔ اُس کے بعد کسی نبی کو نہیں آنا چاہیئے تھا۔ ایک یہ موقع ہے حضور اکرمؐ کے خاتم کے استعمال کا۔

دوسرا موقعہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو مخاطب کر کے حضورؐ نے فرمایا **'اَنَا خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمَ الْاَوْلِیَاءِ'** ایک ہی bracket (بریکٹ) میں دونوں لفظ خاتم کے مضاف کیے ہیں، نبی کی طرف اور ولی کی طرف 'اے علی! میں خاتم الانبیاء ہوں اور تُو خاتم الاولیاء ہے'۔ اب ہم علماء سے یہ گزارش کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں کہ آپ جو چاہے ترجمہ خاتم کا کر کے اِن دونوں پر fit (فٹ) کر کے دکھا دیجئے۔ حضور اکرمؐ کا کلام ہے اور ایک ہی bracket (بریکٹ) میں دونوں لفظوں کا استعمال فرمایا ہے، لفظِ خاتَم میں کوئی تبدیلی نہیں، صرف نبیوں کا خاتَم اور ولیوں کا خاتَم، اِس لیے خاتَم کا ترجمہ تبدیل نہیں ہوگا، ولی اور نبی کا مفہوم بدلے گا صرف۔ اگر یہ ترجمہ درست ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد آئندہ قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت کی صف لپیٹی گئی، کبھی دنیا کسی اور نبی کا منہ نہیں دیکھے گی تو حضور اکرمؐ کے دوسرے قول کا یہ معنےٰ بنے گا کہ

اُسی طرح اے علی! تجھ پہ ولایت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی تیرے بعد قیامت تک دنیا کبھی کسی ولی کا منہ نہیں دیکھے گی اور تو آخری ولی ہے زمانے کے لحاظ سے جو آ گیا۔ یہ ہیں آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو استعمالات۔

اب سُنئے دنیائے عرب کے استعمالات، پہلی صدی کے، دوسری صدی کے، تیسری صدی کے۔عربوں کے ہر نیکی ہر فضیلت کے لیے لفظِ خاتَم استعمال کیا ہے اور ایک جگہ بھی وہ معنیٰ نہیں بیٹھتا جو آج ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ درست معنیٰ ہے۔مثلاً 'متنبّیٔ' کو **خاتَم الشّعراء** کہا گیا، مثلاً بوعلی سینا کو **خاتَم الاطباء** کہا گیا، اسی طرح **خاتَم الفضلاء** بھی آ گئے، **خاتَم الحُکماء** بھی آ گئے۔حکیم اجمل خان تک بھی **خاتم الاطِبّاء** قرار دیا گیا اور آج تک اُن کے نُسخوں پر یہی لکھا ہوا ہے، بیاض پر، تو سوال یہ ہے کہ اگر لفظِ خاتَم میں آخریت کا معنیٰ پایا جاتا ہے زمانی لحاظ سے تو اِن سب استعمالات کا مطلب یہ ہوگا کہ اُمتِ محمدیہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر نبوت اِن معنوں میں ختم ہوگئی کہ کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت علی پر ولایت ختم ہوگئی اب اُمت میں کوئی ولی نہیں آئے گا، متنبّی پر شاعری ختم ہوگئی، بوعلی سینا پر طبابت ختم ہوگئی، اور ۵۲ استعمالات ہیں جو ہم نے حوالے کے ساتھ درج کیے ہیں اور اُن تمام استعمالات میں ایک جگہ بھی کوئی عالم زمانی لحاظ سے آخری کا ترجمہ کر نہیں سکتا، کیونکہ اگر کرے گا تو اُس کے بعد ہمیشہ کے لیے وہ چیز ختم ہو جاتی ہے۔یہ تو ہے اُس میں ایک جگہ بھی کوئی عالم زمانی لحاظ سے آخری کا ترجمہ نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر کرے گا تو اُس کے بعد ہمیشہ کے لیے وہ چیز ختم ہو جاتی ہے۔یہ تو ہے اُس ترجمے پر میری تنقید۔

اب سنئے ہم کیا ترجمہ کرتے ہیں اور اُس کی کیا سند ہے؟

خاتم کا معنیٰ عرب ہمیشہ بہترین، زمانی لحاظ سے نہیں بلکہ مقام کے لحاظ سے آخری کا لیتا ہے، وہ جس کے اوپر اُس چیز کا مقام ختم ہو جائے، وہ مضمون ختم ہو جائے اور یہ محاورہ عربی کا بعینہٖ اُسی طرح ہے جس طرح اُردو میں ہم کہتے ہیں He is a last of thing (ہی اِز اے لاسٹ آف تھِنگ)، یہ ایک محاورہ ہے زبانوں کا جو دنیا کی ہر زبان میں پایا جاتا ہے، مضمون کے لحاظ سے آخری بتاتا ہے نہ کہ زمانے کے لحاظ سے۔اِن معنوں میں ہمارا ترجمہ یہ ہے کہ **' آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں، اُن پر نبوت کا مضمون ختم ہو گیا، نبوّت جو کچھ انسان کو عطا کر سکتی تھی اِس سے زیادہ نہیں کر سکتی جو حضور اکرم کو ملا'** اور یہ زمانے سے پاک ہے مضمون، اِس میں زمانہ پایا ہی نہیں جاتا، اُس وقت جب حضور کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتَم النبیین تھے اور آغازِ انسانیت بھی نہیں ہوا تھا اُس وقت بھی اِس پر کوئی اعتراض نہیں عائد ہوتا۔اِس لیے timeless (وقت کی قید سے آزاد) تعریف ہے خاتَم کی اور ولایت کے اوپر بھی بعینہٖ درست بیٹھتی ہے، شاعری پر بھی درست بیٹھتی ہے۔

دوسرا معنیٰ جو ہم خاتم کا جو ہم لیتے ہیں وہ ہے سند، اسی لیے بعض جگہ قرآن کریم میں seal of Prophehts (سیل آف پرافٹس) ترجمہ کیا گیا اور وہ مضمون انگوٹھی سے لیا گیا ہے کیونکہ خاتَم کا لفظی ترجمہ ہے انگوٹھی۔انگوٹھی کو پرانے زمانوں میں مہر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے seal (سیل) کے طور پر۔تو دوسرا معنیٰ یہ بنتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول سند ہے نبوت میں، آپ کا فعل سند ہے نبوت میں۔کسی اور نبی کے اوپر حضورؐ کی نبوت نہیں پرکھی جا سکتی مگر حضورؐ پر ہر نبی کی صداقت پرکھی جا سکتی ہے۔یہ مضمون شاعری میں بھی برابر بیٹھتا ہے، طبابت میں بھی بیٹھتا ہے، ہر مضمون میں صحیح اُترتا ہے۔اب آپ شاعری کو سند کہتے ہیں جب تو مراد یہ ہے کہ اُس کے اُس کے کلام پر دوسرے کا کلام پرکھا جائے گا، اُس کو فضیلت ملے گی۔اِن معنوں میں آپ جہاں تک محاورۂ عرب پر غور کریں گے ہر جگہ بلا استثناء یہ معنیٰ ٹھیک بیٹھے گا۔ایک بھی استثناء کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

تیسرا معنیٰ ہم یہ لیتے ہیں کہ انگوٹھی زینت کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے، دنیا میں ہر قوم میں زینت کے لیے استعمال ہوتی ہے اور عرب خاتم کے لفظ کو بطور زینت کے بھی استعمال کرتا تھا۔اِن معنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاتمیت کا یہ معنیٰ بنے گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو جُملہ انبیاء کی رونق آ گئی، انبیاء کی زینت آ گئی جس سے یہ محفل سجی، اگر آپ نہ آئے ہوتے تو یہ محفل بے رونق رہتی۔اسی طرح ولایت کے مضمون میں یہ معنیٰ بنے گا کہ اے علی! تو آیا ہے تو ولیوں کی محفل پہ رونق آئی، تو نہ ہوتا تو یہ محفل خالی رہتی یعنی شان نہ پیدا ہوتی اس مجلس میں۔

شاعروں کے اوپر بھی آپ لگا کر دیکھ لیجئے، اطِبّاء پر بھی لگا کر دیکھ لیجئے۔بات وہ درست ہوتی ہے جو ہر جگہ صحیح بیٹھے۔اب گز، ریشم کو بھی ویسے ہی ناپتا ہے جیسے لٹھے کو ناپتا ہے۔وہ گز تو قابلِ اعتبار نہیں

ہوگا جو ریشم کی دفعہ لمبا ہو جائے اور لٹھے کی دفعہ چھوٹا ہو جائے۔ اور خاتمیت کا اگر آپ مفہوم سمجھنا چاہتے ہیں دیانت داری اور تقویٰ کے ساتھ تو تمام عرب کے محاورے کو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے محاورے کو، اُس کی فلاسفی کو سمجھیں اور استعمال کرکے دیکھ لیں۔

ایک اور معنی ہے خاتمیت کا جس میں زمانی لحاظ سے آخریت پائی جاتی ہے لیکن وہ کوئی نہیں آپ کو بتاتا، اور اُن معنوں میں بھی ہم رسول اکرمؐ کو خاتَم تسلیم کرتے ہیں۔ وہ شخص جس کا کلام درجۂ کمال کو پہنچ جائے وہی اپنے مضمون کا خاتَم ہوتا ہے، اُس کے سوا کوئی اور ادنیٰ کلام والا اپنے مضمون کا خاتَم نہیں بن سکتا۔ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت درجۂ کمال کو نہ پہنچی ہوتی تو آنحضورؐ کو خاتَم کہنا درست نہیں تھا، اِس لیے خاتَم میں آپؐ کی شریعت کا کمال شامل ہے اور اِس کی سند میں ہم قرآنِ کریم کی وہ آیت پیش کرتے ہیں: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا. کہ آج ہم نے دین کو کامل کر دیا، اور کمال کے اوپر اضافہ نہیں ہوسکتا نہ اُس میں نفی ہوسکتی ہے کیونکہ نفی ہوگی تب نقص پیدا ہوگا، اضافہ ہوگا تب نقص پیدا ہوگا۔ تو لازم ہے کہ جو بھی صاحبِ خاتَم ہو، اُس کا دین یا اُس کا کلام، جن معنوں میں بھی وہ ہے، وہ قیامت تک کے لیے جاری رہے اور کسی ترمیم کی اُس میں گنجائش نہ ہو۔ پس اِن معنوں میں بھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتَم مانتے ہیں کہ آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی شریعت نہیں آسکتی، کسی اور رسول کا حکم آپ کے حکم کے سوا نہیں چل سکتا۔ کامل ہوگیا دین اور اِس دین کی حفاظت کا وعدہ ہوگیا اِس لیے اب قیامت تک یہ سکہ جاری رہے گا۔

یہ چار معانی ہیں خاتَم کے جو ہمارے نزدیک درست اور محاورۂ عرب سے ثابت ہیں اور معقولیت رکھتے ہیں۔

آخریت کے معنی محض زمانی لحاظ سے اس لیے بھی غلط ہیں کہ گذشتہ چوٹی کے علماء ہر فرقے کے، جس میں شیعہ ائمہ بھی شامل ہیں، سنّی بزرگ بھی اِس درجے کے، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، حضرت ابنِ عربی، حضرت شیخ عبدالقادر کردستانی، حضرت امام مُلّاں علی قاری، اس مقام کے لوگ اِس آیت کا بعینہٖ یہ ترجمہ کرچکے ہیں جو ہم کر رہے ہیں اور واضح طور پر بیان کرتے ہیں، اور اِس کے سارے حوالے میرے پاس موجود ہیں، کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی۔

(یہ تمام حوالے www.alislam.org/urdu پر ملاحظہ فرمایئے - ناقل)

اس سے بات شروع کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک یہ نہیں ہے عوام النّاس یہ سمجھتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ کیا ہے پھر مطلب؟ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ''آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت آخری ہوگی، شریعت منقطع ہوگئی، اب بھی کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں آسکتا، ہاں اگر اُمتی ہوتا آسکتا ہے'' اتنی کھلی بات اگر سو فیصدی قطعی حوالوں سے ہم گذشتہ بزرگوں کے متعلق ثابت کر دیں تو اب انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تو اُسی تلوار سے اُن کو بھی کاٹو یا پھر ہماری گردن بھی آزاد کرو، یہ پھر کیسی بے انصافی ہوگئی کہ وہی بات جو آپ کے مسلّمہ بزرگ ہمیشہ سے کہتے چلے آئے اُس پر وہ تو مسلمان کے مسلمان رہے اور آج وہی بات کہنے پر ہم کافر ہوگئے اور جو اُن کے مخالف باتیں کر رہے ہیں وہ مومن کے مومن ٹھہرے۔ اِس لیے کوئی انصاف کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔ اگر تحقیق چاہتی ہیں تو اِن حوالوں کو دیکھیں اور پھر سوچیں کہ آخر اِن کا کیا مطلب بنتا ہے۔

آج کی دنیا میں بھی لفظِ خاتَم کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے میں ایک آسان طریقہ آپ کو بتاتا ہوں، میں نے خود استعمال کرکے دیکھا ہے، آپ بھی اگر بغیر کسی عالمِ دین کو یا عرب کو بتائے بغیر اُس سے ایک سوال کریں گی تو مطلب پا جائیں گی آپ اپنا۔ میں نے یہ طریق اختیار کیا یونیورسٹی آف لندن کے ہمارے جو پروفیسر تھے، اُن کے سامنے عمداً آخری کے معنوں کا جو ترجمہ تھا اُس میں لفظِ خاتَم استعمال کیا اور اُنہوں نے کاٹ دیا کہ غلط ہے، مثلاً بہادر شاہ ظفر مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا، زمانے کے لحاظ سے لیکن بہترین نہیں تھا، آپ یہ ترجمہ کرلیجئے اُردو میں یا انگریزی میں کہ مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تھا اور کسی عرب سے ترجمہ کروا لیجئے وہ کبھی کسی قیمت پہ 'خاتم السلاطین من سلاطین المغلیة' نہیں کرے گا۔ کیوں نہیں کرے گا؟ وہاں دل گواہی دیتا ہے عرب کا محاورہ یاد آتا ہے واپس، وہ جانتے ہیں کہ خاتَم بہترین کے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔

اگر یہ معنی نہیں ہے 'بہترین' تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہترین ہونے کی آیت پھر اور کونسی رہ جاتی ہے، سارے

قرآن میں یہی آیت ہے جو سو فیصدی قطعیت کے ساتھ اور وضاحت کے ساتھ آپ کو اگلوں اور پہلوں کا سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل قرار دیتی ہے۔ اس آیت کے ایسے معنی کر لینا کہ جو محض اتّفاقی حادثے سے تعلّق رکھنے والے ہوں یعنی آخریتِ زمانہ، اِس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ چنانچہ مولانا محمّد قاسم نانوتوی، بانیٔ دیوبند، اِسی بارے میں قلم اُٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں ''خاتَم النّبیین کا محض 'آخری' ترجمہ کرنا، زمانے کے لحاظ سے، کوئی بھی فضیلت اپنے اندر نہیں رکھتا اور کیوں کہ یہ مقامِ مدح ہے اور مقامِ مدح کے خلاف ہے یہ ترجمہ، خاتَم کا معنی ہے بہترین، سب سے اعلیٰ سب سے افضل''۔ یہ کل تک کی آوازیں تھیں، یعنی دیوبند جب بنایا گیا ہے، اُس کے بانی کا میں قول بیان کر رہا ہوں۔ اور یہ سارے حوالے ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں بے شک تحقیق کر لیجئے۔

اسی لیے جماعت احمدیہ کے نزدیک خاتَمیّت کے اِن تین معنوں میں یہ بات بنے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت آخری ہے، آپ کی سنّت آخری ہے، آپ کا قول قیامت تک سند بنا رہے گا، کوئی اس سے انحراف نہیں کر سکتا۔ اُمتِ محمدیہ میں اطاعتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نتیجے میں درجہ بدرجہ تمام انعامات کھلے ہیں، اِس شرط کے ساتھ کہ مطیع ہو، اگر کم مُطیع ہوگا تو کم انعام ملے گا اگر زیادہ ہوگا تو زیادہ ملے گا، اور انتہائی اطاعت کے نتیجے میں نبوت بھی منع نہیں۔ یہ ہے ہمارا دعویٰ۔

اِس کے ثبوت میں ہم ایک اَور آیت پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم میں اس مضمون کو بالکل کھول دیتی ہے۔ سورۃ نساء کی وہ آیت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُوْلٰٓئِکَ رَفِیْقًا ۔ایک حیرت انگیز انقلابی اعلان ہے، فرماتا ہے: آج کے بعد جو بھی اللہ کی اور اِس رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرے گا، باقی سارے رسول اطاعت کے معاملے میں کٹ گئے، ہمیشہ کے لیے آزادی دلا دِی اِس آیت نے۔ اب کے بعد قانون یہ ہے کہ جو بھی اللہ کی اور اس رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرے گا فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ۔حصر کا صیغہ ہے اُوْلٰٓئِکَ . اب صرف وہی لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں شمار کئے جائیں گے۔ ایک بھی باہر نہیں ہے، اور کسی کی اطاعت کے نتیجے میں انعام نہیں مل سکتا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت باقی اطاعتوں سے آزاد بھی کرتی ہے اور ہر انعام کی ضمانت دیتی ہے، لیکن انعام کیا ہے؟ یہ آیت ابھی ختم نہیں ہوئی......چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُوْلٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ چار ہی انعام ہیں روحانی دنیا کے نبوت - صدیقیت - شہادت اور صالحیت، اور اِس کی اطاعت کی کھڑکی سے جو داخل ہو رہا ہے اُس کے لیے سب سے بڑا انعام نبوت بیان کر رہی ہے یہ آیت۔ اب بتائیے کہ اگر نعوذ باللہ من ذٰلک اس کا وہ مفہوم درست تھا تو اللہ تعالیٰ بھول تو نہیں سکتا کہ ابھی میں تین انعام صرف کھول کھول چکا ہوں اور چوتھا بند کر بیٹھا ہوں اور پھر یہ اعلان کر دے کہ حضور اکرمؐ کی اطاعت اتنی عظیم الشان ہے کہ چاروں انعاموں میں ایک بھی بند نہیں کرتی۔ اِس آیت کو کہاں لے جائینگے؟ اس لیے ہمارے نزدیک قطعیّت کے ساتھ قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کا مقام اتنا بلند ہے کہ غلام نبی یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام نبی آسکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اطاعت کامل ہو، اور منع نہیں ہے اگر منع ہو جاتا تو یہ آیت نہ ہوتی۔

اب ہے حدیث 'لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ' میں، اور حدیث کے الفاظ بظاہر بڑے سخت ہیں، یوں لگتا ہے کہ کلیۃً ہر قسم کی نبوت کو وہ حدیث بند کر رہی ہے، اور وہ حدیث سارے پاکستان کی مساجد میں ۱۹۷۴ء میں بالخصوص پیش کی گئی، وہ حدیث یہ ہے کہ 'میرے بعد تیس (۳۰) دجّال آئیں گے اور وہ سب جھوٹے ہوں گے، اُن میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ نبی اللہ ہے لیکن وہ نبی نہیں ہوگا وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ ہے وہ حدیث جس پر بعض علماء کہتے ہیں کہ 'اب بتاؤ اب کس طرح اِس حدیث کے دائرے سے تم نکل سکتے ہو؟' ہم کہتے ہیں 'ہم ہرگز نہیں نکلیں گے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دائرے سے نکلنا ہلاکت ہے، ہم سو فیصدی اِس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اِس مضمون پر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا ہے، اُس کو بھی تو ساتھ رکھیں، ایک متکلّم کے آدھے کلام کو لینا اور آدھے کو چھوڑ دینا یہ تقویٰ کے بھی خلاف ہے اور انصاف کے بھی خلاف ہے۔ اگر نبوت کے مضمون پر صرف یہی حدیث ہوتی تو ٹھیک ہے بات ختم ہو جاتی، ہم سمجھتے عربوں کو خاتم کا محاورہ نہیں آتا تھا،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریح کر دی، مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی تو فرمایا ہے۔

چنانچہ ملاں علی قاری نے بعض اور حدیث اکٹھی کر کے، جو علماءِ اہلِ سنّت میں سب سے چوٹی کا مقام رکھتے ہیں، یعنی اُن کو علماء کا بھی امام سمجھا جاتا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک طرف یہ حدیث ہے اور ایک طرف ایک اور حدیث ہے، وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم جب خدا کو پیارا ہوا تو اُس کو لحد میں اُتارتے ہوئے، آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس موقعے پر یہ کلمہ فرمایا، جو خاص ایک مقام ہوتا ہے خدا کے خوف کا اور تقویٰ کا، فرمایا: ”لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا“ کہ یہ بیٹا میرا اگر زندہ رہتا تو لازماً سچا نبی بنتا، ملاں علی قاری یہ کہتے ہیں کہ کوئی اگر یہ کہے کہ اِس لیے خدا نے ماردیا کہ نبی نہ بن جائے تو اِس سے زیادہ لغو معنی ہو ہی نہیں سکتے، کیونکہ اوّل تو خدا انعام سے محروم کرنے کے لیے کسی کو مارا نہیں کرتا، دوسرے انعام دینا اُس کے اپنے بس میں، اپنی طاقت میں تھا، کوئی زبردستی تو نہیں لے سکتا نبوت۔ یہ تو محبت ہے، فضل ہے محض، کوئی کمائی کا ذریعہ تو نہیں ہے کہ آپ نے یہ کما لیا اِس لیے لازماً نبوت پالیں گے، تو محبت پر یہ فقرہ بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نہیں دینا چاہتا تو نہ دیتا، دوسرے وہ کہتے ہیں کہ مضمون کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اگر خاتمیت کا معنی زمانی لحاظ سے آخری سمجھتے تو ہرگز یہ فقرہ نہ بولتے، آپ کو تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ چونکہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی ہے اِس لیے میرا یہ بیٹا ہزار سال بھی زندہ رہتا تو نبی نہ بنتا، نچلے سارے مقام پا جاتا مگر نبوت چونکہ بند ہوگئی ہے، نہ بنتا، یہ کہنے کی بجائے فرماتے ہیں اگر زندہ رہتا تو نبی بن جاتا۔

پھر اور بھی حدیثیں اُن کے سامنے آئیں، اُنہوں نے کہا ایک عجیب بات ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک دفعہ ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ ’لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ‘ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اُن کو بلایا اور فرمایا کہ ’قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ‘ یہ تو کہا کرو کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ کہتے ہیں کہ کیا اُنہوں نے دیکھا؟ کیا اُن کو خطرہ پیدا ہوا غلط فہمی کا؟ جس کو دور کرنے کے لیے اُنہوں نے یہ طریق سمجھانے کا اختیار کیا۔ اِس کے بعد وہ محاکمہ کرتے ہیں اور وہ احمدی تو نہیں، سینکڑوں سال پہلے وہ وفات پا چکے ہیں، علماءِ اہلِ سنت میں سے، کہتے ہیں اس کا اصل، اِس کی حقیقت، اِس کی تضاد اِس طرح دور ہوتا ہے کہ بَعْدِیْ کا مفہوم ہے مخالف، مجھے چھوڑ کر، میرے سوا، اِس کی تائید میں وہ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ – کہ اللہ اور اُس کے نشانوں کے بعد پھر وہ کیا مانیں گے، فرماتے ہیں کہ اللہ کا تو ’بعد‘ کوئی نہیں ہوتا، وہ تو ازلی ابدی ہے، پھر اور عرب محاورے بتاتے ہیں۔ ’بعد‘ کا معنی کہتے ہیں اِس حدیث میں ’میرے خلاف، مجھے چھوڑ کر، میری شریعت سے ہٹ کر، اور یہ معنی باقی تمام احادیث کے ساتھ مطابقت کھا جاتا ہے۔ حضور اکرمؐ کے کلام میں تضاد نہیں ہوسکتا، یہ ہے بنیاد، اس لیے وہی معنی کرنا پڑے گا جس کا تضاد دوسری احادیث سے نہ ہو۔

اب دوسری احادیث سنئے اِسی مضمون کی: آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’مسیح ابن مریم نازل ہوگا اور وہ نبی اللہ ہوگا، آنے والے کے متعلق فرمایا، گذشتہ کی بات نہیں کر رہے، نازل ہوگا، وہ نبی اللہ ہوگا، وہ نبی اللہ یہ کام کرے گا، نبی اللہ وہ کرے گا، نبی اللہ وہ کرے گا، چار مرتبہ صحیح مسلم کی حدیث میں آنے والے کو نبی اللہ فرمایا۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا: لَيْسَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ نَبِيًّا – کہ میرے اور مسیح ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اب باقی کا مضمون کسی اور نے تو حل نہیں کیا، آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم خود اِس مضمون کو کھولتے چلے جارہے ہیں۔ بَعْدِیْ کا ایک مفہوم ملا علی قاری نے نکالا اور اُس کے بعد یہ ترجمہ کیا کہ مراد ہے کہ ’مجھے چھوڑ کر‘ میرا مخالف، میری شریعت سے ہٹ کر کبھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔ دوسری جگہ حضورؐ نے معیّن جوخبر دی کہ میرے بعد مسیح ابن مریم نبی اللہ ہوگا، اُس سے پتہ چلا کہ حضور اکرمؐ کی ماتحتی میں آئے گا، چنانچہ آج بھی آپ یہ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، علماء سے پوچھئے کہ اگر کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا تو عیسیٰؑ کہاں سے آجائیں گے؟ کیونکہ وہ سابقہ کو دوبارہ آنا مانتے ہیں، وہ کس رستے سے داخل ہوں گے؟ تو جواب دیتے ہیں ’اُمّتی ہو جائیں گے‘ گویا خود تسلیم کرلیا کہ اُمتی نبی ہونا خاتم النّبیین کے مخالف نہیں، ورنہ غیر کا اُمت میں آ کے نبوت کرنا یہ قابلِ اعتراض ہے۔ بہ نسبت اِس کے کہ اُمت میں اطاعت کے نتیجے میں کوئی نبوت کے کمال کو حاصل کرے۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کے نتیجے میں ہمارا یہ مؤقف ہے۔

قسط اوّل

صحابہ کا ایمان افروز ذکر

از محترم حکیم بدرالدین عامل درویش قادیان

لقمان زماں ارسطوءِ دوراں استاذ الاطباء حضرت علامہ حکیم احمد دین صاحبؓ موجد طب شرخرتی آپ کی پیدائش ۱۸۶۹ء کو شاہدرہ لاہور میں ہوئی آپ کے والد حکیم حاذق میاں سراج الدین اور دادا میاں عمرالدین صاحب تھے۔میاں عمرالدین صاحب بلند پایا طبیب تھے۔سکھوں کا دورحکومت پنجاب میں ختم ہوا اور ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے نیا نیا اقتداء سنبھالا تھا اس دور میں آپ نے آنکھیں کھولیں ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اُردو فارسی اور عربی سیکھ لینے کے بعد آپ نے طب کی طرف رجوع کیا۔اور اپنے والد صاحب سے طب یونانی پر عبور حاصل کیا طب پڑھتے ہوئے جگہ جگہ آپ کے ذہن میں سوالات اُٹھتے تھے مگر آپ کے والد صاحب ان سوالات کے تسلی بخش جواب نہیں دے پاتے تھے۔یہ ۱۸۹۰ء کا زمانہ تھا والد صاحب سے اپنی سوالات کا تسلی بخش جواب نا پا کر آپ کو خیال ہوا کہ کیوں نا کسی اور ماہر طبیب سے اس بارہ میں معلومات حاصل کی جائیں شاہدرہ کے نزدیک ایک گاؤں کرول میں ایک ماہر یونانی طبیب رہتے تھے رہائش تو گاؤں میں تھی مگر پریکٹس لاہور میں کرتے تھے آپ نے اُن کی طرف رجوع کیا تو اُنہوں نے عدیم الفرصتی کا عذر کر کے معذرت کر دی۔وہ روزانہ گھوڑی پر سوار ہو کر لاہور جایا کرتے تھے۔اور شاہدرہ سے ہی گزر کر جانا ہوتا تھا آپ نے سوچا کہ جب حکیم صاحب لاہور جاتے ہوئے شاہدرہ سے گزریں تو میں حکیم صاحب کی گھوڑی کے ساتھ ساتھ چلتا جاؤں گا اور پڑھتا جاؤں گا حکیم صاحب سُنتے جائیں گے اور جس مقام پر کوئی سوال پیدا ہوگا میں حکیم صاحب سے پوچھ لوں گا۔یہ سوچ کر آپ حکیم صاحب سے دوبارہ ملے اور یہ تجویز پیش کی حکیم صاحب اب کوئی عذر نہ کر سکے اور اس تجویز کو منظور کر لیا۔اگلے روز سے حکیم صاحب (حضرت حکیم احمد دین صاحب) نے حکیم صاحب کی گھوڑی کے ساتھ ساتھ چل کر پڑھنا شروع کیا شاہدرہ سے لاہور کا فاصلہ تین میل کا ہے روزانہ تین میل تک آپ حکیم صاحب کی گھوڑی کے ساتھ تیز تیز پیدل چل کر لاہور تک جاتے اور پھر پڑھا ہوا سبق یاد کرتے ہوئے واپس آتے۔ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا مگر جو سوالات حضرت احمد دین صاحب کہ ذہن میں تھے اُن کا کوئی قطعی جواب حاصل نہ ہو سکا۔تب حضرت حکیم صاحب کی توجہ اُس طرف گئی کہ ہو سکتا ہے طب آیورویدک میں ان سوالات کا جواب موجود ہو۔آپ نے آیورویدک کا مطالعہ شروع کر دیا۔جوں جوں آپ آیورویدک کو پڑھتے گئے پہلے سوالات کا جواب ملنا تو الگ رہا مزید اور سوالات پیدا ہوتے چلے گئے۔

طب ایلوپیتھک ان دنوں عروج پر تھی۔آئے دن نئے سے نئے انکشافات ہو رہے تھے آپ نے ایلوپیتھک کا بغور مطالعہ کرنا شروع کیا جس سے بعض سوالات تو حل ہو گئے مگر بعض نئے سوالات اُبھر آئے مزید پڑھا مزید پڑھا۔مگر پورے طور پر تسلی نہ ہو پائی۔

طب ہومیوپیتھی نئی نئی سامنے آئی تھی اور اُس کے عاملین بڑی تحدی سے دعوے کر رہے تھے کہ یہ تمام مروجہ طبوں سے برتر اور اعلیٰ ہے اور ان تمام نقائص سے پاک ہے جو دیگر مروجہ طبوں میں پائے جاتے ہیں۔لازم تھا کہ ایک محقق اس طرف متوجہ ہوتا۔سو آپ دیگر تمام کاموں سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن ہومیوپیتھی کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔بہت سی خوبیاں اور نئی باتیں اس میں پائیں۔مگر ہر جہت سے اُس کو بھی مکمل نہ پایا۔کسی نا کسی مرحلہ پر اپنے اُصولوں سے ہٹ کر علاج کرنا پڑتا ہے صرف ہومیوپیتھی ایک مکمل ضابطہ علاج نہیں ہے۔

پھر آپ نے دیکھا کہ کرومیوپیتھی بھی ایک ذریعہ علاج ہے اور اس طریقۂ علاج سے بھی بعض مریضوں کو شفا حاصل ہو رہی ہے ایک ذریعہ علاج الیکٹروپیتھی بھی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے بھی لوگوں کو بعض مہلک بیماریوں سے شفاء حاصل ہو رہی ہے۔ایک اور طریقہ علاج جو غالبًا اتنا ہی پرانا ہے جتنی تاریخ اور وہ جھاڑ

پھونک دم تعویذ کا ہے اور اب بھی لاکھوں لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جن کا اس پر پختہ یقین ہے بلکے وہ دوسرے کسی ذریعہ علاج پر مطمئن ہی نہیں ہوتے ایک طریقۂ علاج جسم کے بعض حصوں سے خون نکالنا سنگیاں۔ گلاس اور کپّے لگانا جونکیں لگوانا بھی ہے اور اس پر بھی ایک طبقہ عمل پیرا ہے۔ اور وہ اس سے بھی ایک حد تک شفایاب ہو جاتے ہیں۔

آپ طب کے الجھیر وں میں مصروف تھے کہ ایک روز سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دو نظمیں آپ کو پڑھنے کے لئے ملیں۔ آپ اُن سے متاثر ہو کر طب کو چھوڑ کر مسیح الزماں حضرت امام مہدیؑ کی زیارت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؑ آج کل لاہور میں تشریف فرماں ہیں آپ لاہور گئے سو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ قادیان جاچکے ہیں۔ آپ شاہدرہ آئے اور آکر قادیان جانے کے لئے تیاری کی اور اگلے روز ہی قادیان روانہ ہو گئے۔ اور ظہر کی نماز سے کچھ بعد قادیان وارد ہوئے مہمان خانہ میں قیام کیا اور عصر کی نماز مسجد مبارک میں پڑھی اور حضور کی زیارت کی اور اسی روز حضور کے اندرون خانہ چلے جانے کے بعد مسجد میں موجود صحابہ سے پوچھا کہ بیعت کرنے کا کیا طریق ہے۔ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ ابھی چند گھنٹے قبل آئے ہیں، بیعت میں اتنی جلدی نہ کریں بلکہ یہاں سے حضور کی کتابیں ساتھ لے جائیں اور ان کا بغور مطالعہ کریں اور پوری تسلی ہو جانے پر بیعت کریں۔ آپ نے کہا آپ کا مشورہ مُفید ہے مگر سوال یہ ہے کہ میں یہاں سے بیعت کئے بغیر چلا جاؤں حالانکہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو چکا ہے کہ آپ ہی سچے امام مہدی اور مسیح موعودؑ ہیں، خُدانخواستہ میرا رستہ میں آتے جاتے ایکسیڈنٹ ہو جائے تو میری بے ایمانی کی موت کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔ اس پر احباب خاموش ہو گئے۔ حضور اقدسؑ جب مغرب کی نماز کے لئے تشریف لائے تو صحابہ میں سے کسی نے حضور اقدسؑ کی خدمت میں مذکورہ بالا گفتگو کا ذکر کیا اس پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا وہ دوست کہاں ہیں بلائیں ہم اُن سے اسی وقت بیعت لے لیں گے۔ آپ مسجد میں ہی موجود تھے، اُٹھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہما رے بزرگ باباجی کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی اور ہمیں یہ نعمت پیدائش کے ساتھ ہی مل گئی ورنہ اگر ہم نے خود حق کو تلاش کر کے قبول کرنا ہوتا تو نہ جانے کن کن مشکلات سے سے واسطہ پڑتا۔

الحمد لله علىٰ ذالک

واپس جا کر آپنے جب اظہار کیا کہ میں نے حضرت مسیح مو عودؑ کی بیعت کر لی ہے۔ تو آپکی اہلیہ محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ آپکے بڑے بھائی حکیم محمد الدین صاحب انکی اہلیہ صاحبہ بھی بذ ریعہ خط بیعت کر کے غلامان حضرت مسیح موعودؑ میں شامل ہوئے۔ آپ شاہد رہ میں بڑی اہم شخصیت تھے اس لئے فوری طور پر آپ کے قبول احمدیت پر مخالفت کا طوفان نہیں اٹھا۔ آپ کی بیعت کی کوئی معین تاریخ یاد نہیں۔ قیاس ہے کہ آپ نے ۱۸۹۵ء کے شروع میں ہی بیعت کر لی تھی۔ آپ کہ کتبہ پر بھی بیعت ۱۸۹۵ء ہی درج ہے۔ ۱۸۹۵ء میں حضرت قاری غلام حم صاحبؓ شاہدرہ میں تھانیدار تھے۔ آپ نے بھی حکیم صاحب کے ذریعہ بیعت کی۔ قاری صاحب کے بیٹے حضرت بابا شیخ احمد صاحبؓ درویش قادیان نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد صاحب ۱۸۹۵ء میں شاہدرہ میں تھانیدار تھے۔ آپ نے حضرت حکیم احمد دین صاحبؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر بیعت کی تھی اور میں چونکہ بچہ تھا میں بھی ساتھ ہی احمدی ہوا۔ اور اس کے بعد ۱۹۰۸ء تک متعدد مرتبہ والد صاحب کے ہمراہ قادیان آکر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زیارت کی سعادت پاتا رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بابا شیخ احمد صاحبؓ کو بھی صحابی کا مرتبہ عطا ہوا۔ شاہدرہ کے ساکنین میں سے مکرم حضرت میاں احمد دین صاحب نیاریا نے اپنی برادری میں سے سب سے پہلے بیعت کی۔ بعد میں مکرم حضرت ٹھیکیدار بشیر احمد صاحبؓ (یہ بزرگ شاہدرہ کے پُرانے باشندوں میں سے تھے اور فوجی وردیاں سینے کا کام ٹھیکہ پر کرتے تھے۔ آٹھ دس خاندان اُن کے زیر اثر تھے جو اُن کے لئے

ہوئے ٹھیکہ کے کام میں درزی کا کام کرتے تھے۔ٹھیکیدار صاحب خود تو صحابی تھے میرا خیال ہے کہ اُنہوں نے ۱۹۰۷ء کے آخر میں بیعت کی۔ باقی اُن کے زیراثر خاندان بعد میں احمدی ہوئے۔ نیاریا برادری میں سے بھی میاں الٰہ بخش نیاریا میاں خُدا بخش نیاریا بعد میں احمدی ہوئے۔ ککے زئی برادری میں سے بابا مہردین- ملک ظہور احمد صاحب کے خاندان بھی احمدیت کی آغوش میں آ گئے حکیم صاحبؓ کے بیعت کر لینے کے بعد سالوں میں شاہدرہ میں اچھی جماعت قائم ہوگئی تھی تین بنی بنائی مساجد بھی جماعت کے قبضہ میں آئیں ۔ایک مسجد جو حضرت حکیم صاحب کے مکان کے ساتھ تھی۔اُسکی زمین اور تعمیر کے اخراجات ہمارے ہی خاندان کے بزرگوں نے کئے ہوئے تھے۔ دوسری جسکو مسجد درزیاں کہا جاتا تھا یہ حضرت ٹھیکیدار بشیر احمد صاحبؓ نے ہی بنوائی تھی ۔ تیسری مسجد جو پنڈی قبرستان کے پاس تھی یہ بھی حضرت ٹھیکیدار بشیر احمد صاحبؓ نے ہی بنوائی ہوئی تھی۔ احمدی ہونے کے بعد ٹھیکیدار صاحبؓ نے اس مسجد کے حقوق ملکیت صدر انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کر دئے تھے حضرت حکیم احمد دین صاحبؓ کے مکان کے پاس جو مسجد تھی چونکہ بعض رشتہ دارابھی غیر احمدی رہ گئے تھے اس لئے اُن کی طرف سے بعض اور غیر احمدی افراد سے مل کر کورٹ میں دعویٰ دائر کیا گیا اور قبضہ لینے کے لئے لڑائی جھگڑا بھی ہوا۔ مگر جماعت نے قبضہ نہیں چھوڑا اپیل در اپیل ہو کر کیس لاہور ہائی کورٹ تک پہنچا۔ ہائی کورٹ میں فیصلہ ہوا کہ دونوں فریق اُس کے مالک ہیں اس لئے باری باری دونوں فریقوں کی نمازیں اس میں ہوں ترتیب اس طرح ہو۔

فجر کی نماز غیر احمدی پہلے ادا کرلیا کریں احمدی جماعت بعد میں ۔

ظہر کی نماز احمدیہ جماعت پہلے ادا کرلے غیر احمدی بعد میں ادا کریں

-

عصر کی نماز غیر احمدی پہلے ادا کرلیں احمدیہ جماعت بعد میں ۔

مغرب کی نماز جماعت احمدیہ پہلے ادا کرلے غیر احمدی بعد میں ۔

عشاء کی نماز غیر احمدی پہلے ادا کرلیں احمدیہ جماعت بعد میں ۔

اس فیصلہ میں بھی جماعت کو بالا دستی حاصل ہوئی ۔ فجر کی نماز احمدیہ جماعت بعد میں ادا کرتی تھی اور درس القران بھی ہوتا تھا ۔عصر کی نماز بھی غیر احمدی پہلے ادا کر لیتے تھے عصر کی نماز کے بعد خدام اور اطفال کے پروگرام بھی ہو جاتے تھے اسی طرح عشاء کی نماز کے بعد بھی نماز تراویح کے لئے موقعہ ملتا تھا غیر احمدی بھائیوں کو بعد نماز عشاء تراویح کے لئے دوسری مسجد میں جانا پڑتا تھا۔نماز جمعہ کیلئے بھی غیر احمدی اپنی جامع مسجد میں چلے جاتے تھے اور احمدیہ جماعت اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتی تھی۔ ۱۹۷۴ء تک اسی پرعمل در آمد ہوتا رہا۔ حضرت حکیم صاحبؓ اپنی وفات تک (۲۲رد سمبر ۱۹۳۸ء تک) جماعت احمدیہ شاہدرہ کے امیر جماعت رہے۔ آپکی وفات کے بعد شاہدرہ کی جماعت کو لاہور کی امارت کے تحت کر دیا گیا اور اب تک ایسا ہی ہے۔

۱۹۳۸ء کے شروع میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب علیل تھے۔ حضرت حکیم صاحب بھی بعض اوقات آپکی مزاج پرسی کے لئے جایا کرتے تھے ایک بار میں بھی (حکیم بدرالدین عامل بھٹہ) ساتھ تھا۔ حکیم صاحب کو آتے دیکھ کر ڈاکٹر صاحب اپنے بستر میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ زہے قسمت قبلہ کعبہ مدینہ منورہ قادیان حکیم صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے حکیم صاحب کا ہاتھ خاصی دیر تھامے رکھا اور اپنے خادم کو کہا کہ جب تک حکیم صاحب تشریف فرما ہیں حُقّہ سامنے سے ہٹا دیں۔ اس ملاقات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔

ہاں تو میں حکیم صاحبؓ کی طبی تحقیق کے بارہ میں عرض کر رہا تھا۔ حکیم صاحبؓ کا یہ تحقیق کا سلسلہ جاری رہا۔ قادیان سے تعلق ہو جانے کے باعث آپ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے۔ آپ نے جملہ طبوں کے مطالعہ کے بعد یہ محسوس کیا کہ ان سب کا پیدائش امراض کے بارہ میں فلسفہ الگ الگ ہے لیکن ہر ایک طریق علاج سے مخلوق خدا کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچ رہا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ جب ہر ایک کی تھیوری الگ ہے تو جو تھیوری درست ہے صرف اُسی سے ہی

فائدہ ہونا چاہئے۔مگرنتیجہ اس کے برعکس ہے۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختلف طبوں میں پیدائشِ امراض کے بارہ میں جوتھیوریاں ہیں اور جن کی وجہ سے حکیم صاحب کو یہ جستجو پیدا ہوئی کہ وہ تلاش کریں کہ اصل حقیقت کیا ہے اور کہاں ہے سوجاننا چاہئے کہ

(ا) آیورویدک طب جو سب سے پرانی ہونے کی دعوے دار ہے اور اس لحاظ سے اس کو طبوں کی ماں کہنا چاہئے۔وہ یہ تھیوری رکھتی ہے۔کہ ہمارے جسم میں تین اشیاء وات/خون، پت/صفرا، کف/بلغم کا راج ہے۔ان کے کم یا زیادہ ہوجانے سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو اعتدال پر لے جانے سے صحت بحال ہو جاتی ہے۔ان تینوں خلتوں کو پھر آگے کئی صورتوں میں مختلف حالتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔مثلاً خون کو گرم تر ظاہر کیا گیا تو صفرا کو خشک گرم قرار دیا گیا ہے۔اور بلغم کو سرد تر۔اب مختلف بیماریوں میں ان کے بڑھنے گھٹنے کی علامات درج کی گئی ہیں۔بلغم بڑھی ہو تو اس سے فلاں فلاں بیماریاں پیدا ہوں گی۔بلغم اتنے درجہ میں زیادہ ہو تو اس کی یہ علامات ہوں گی۔اتنے درجہ پر کم ہوں تو یہ علامات ظاہر ہوں گی۔اسی طرح دوسری دونوں خلتوں کا بیان ہے۔پھر اگر بلغم اور صفرا بڑھے ہوں گے تو پھر یہ علامات ہوں گی۔یاد رہے کہ ایک خلت ابھی اعتدال پر ہے پھر وہ بھی اس بڑھنے گھٹنے کے عمل میں شامل ہو جائیگی تو ایک نئی صورت حال پیدا ہوگی۔

بلغم بڑھی ہے۔تو صفرا کم ہو گیا ہے خون اپنے درجہ پر ہے پھر خون بڑھا ہے۔تر تیسرے درجہ بڑھا ہے لیکن بلغم دوسرے درجہ میں ہے اور صفرا تیسرے درجہ میں کم ہو گیا ہے۔علیٰ ھذا القیاس یہ عمل مختلف حالتوں اور درجوں میں شمار کرتے ہوئے ہزاروں صورتیں پیدا ہونگی اور حکیم صرف ملیریا کے اس ادھیڑ بُن میں ہی ایک بڑا حصہ گنوا بیٹھے گا۔یہ بخار کی حالت کا بیان ہے۔دیگر پورے جسم کی بیماریاں پڑی ہیں ان میں یہ تلاش کرنا کہ کون سی خلت کس درجہ میں بڑھی ہے یا کم ہوئی ہے۔یہ ایک ایسا گورکھ دھندہ ہے کہ جس سے ہر طبیب پریشان ہو جاتا ہے۔

اب رہا علاج کا سوال تو اس میں بھی یہی صورت حال ہے۔جملہ ادویات کو مختلف درجوں میں گرم خشک تر اور پھر گرم تر گرم خشک سرد تر سرد خشک پھر حصوں پھر اتنے درجہ کی گرم اتنے درجہ کی خشک اتنے درجہ کی تر اتنے درجہ کی سرد پھر ان کے مرکب فلاں گرم تر ہے تو فلاں گرم تر ہے۔فلاں سرد تر ہے تو فلاں سرد خشک ہے۔پھر ان جملہ جڑی بوٹیوں کے اثرات کو مختلف سیارگان کے اثرات سے وابستہ کیا ہے۔نیز ان بوٹیوں کے حصول کے لئے کئی ایسی تدابیر لکھی گئی ہیں کہ جنہیں ایک شریف آدمی پڑھ کر ہی پریشان ہوجاتا ہے۔مثال کے طور پر ایک جڑی بوٹی پُٹھ کنڈہ ہے۔اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس کو پُٹھ پُختر اُکھاڑنا چاہئے۔پکھ پُختر یہ ترکیب ہے کہ دن کو اس جڑی بوٹی کا مقام دیکھ آئے۔اور پھر جس روز چاندنی رات ہو اُس بوٹی سے چالیس قدم پر اپنے سب کپڑے اُتار کر مادرزاد ننگا ہو کر اس بوٹی کے قریب اس صورت میں جائے کہ اس کا اپنا سایہ اس بوٹی پر نہ پڑے۔اس حالت میں اس کو اُکھاڑ کر لے آئے اور اندھیرے میں خشک کر کے دوائی میں استعمال کرے۔

جڑی بوٹیوں کے خواص کو گرم خشک تر وغیرہ سے تعبیر کیا اور اُن کے درجے بھی قائم کئے۔مگر نسخہ تجویز کرتے ہوئے چنداں اس کا خیال نہیں رکھا۔مثال کے طور پر ایک بیماری کی خلت کے تیسرے درجہ میں گرم تر صورت میں زیادتی سے یہ مرض پیدا ہوا ہے۔تو اس کے مقابل کے تیسرے درجہ کی سرد خشک دوائی دینا ہی کافی ہونا چاہئے۔مگر نسخہ تجویز کرتے ہوئے کئی بوٹیاں کوئی سرد تر کوئی اول درجہ میں کوئی تیسرے درجہ گرم تر کوئی دوسرے درجہ میں گرم خشک کوئی تیسرے درجہ میں سرد وغیرہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔اور بعض بعض نسخہ جات میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ دوائیاں لکھ جاتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبیب کو اپنی تھیوری پر یقین اور اپنے مجوزہ نسخہ پر اعتماد نہں ہے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی دوائی تو اثر کرے گی ہی۔اور پھر صورت حال یہ ہے کہ اس کے باوجود بعض مریضوں کو فائدہ ہو جاتا ہے۔سوال یہ باقی رہتا ہے کہ فائدہ ہو جانے کی تھیوری کچھ اور

ہی ہے جس تک ابھی تک طبیب کی رسائی نہیں ہوئی۔

(۲) طب یونانی ۔ یہ طب بھی بہت پرانی ہے ۔اور اس کی پیدائش ملک یونان سے بتائی جاتی ہے ۔مگر بعض اطباء نے اسے آیورویدک کی بیٹی بھی قرار دیا ہے۔

اسکی پیدائش امراض کی تھیوری بھی خلتّوں کے بڑھنے گھٹنے سے تعلق رکھتی ہے ۔البتہ اہل یونان نے تین کی بجائے چار خلتّوں کو تقسیم کیا ہے۔وہ پیدائش عالم کو ہی چار عناصر سے پیدا ہوا مانتے ہیں۔اوراس کے مقابل پر انہوں نے چار خلتّوں کے اعتدال کو صحت کی حالت اور ان میں کمی بیشی کو بیماری سے تعبیر کیا ہے اور بحالیٔ صحت کے لیے جڑی بوٹیوں کے خواص کو سیارگان کے اثر کے تحت گرم سرد تر خشک کے درجوں میں تقسیم کیا ہے۔باقی تمام تر اصول و ضوابط آیورویدک کی طرح ہیں اور اس پر بھی وہ جملہ اعتراضات پڑتے ہیں جن کا کوئی تسلّی بخش جواب کسی بھی ماہر طب یونانی سے نہیں بن پاتا۔

(۳) تیسرے نمبر پر ایک نئی اُبھرتی ہوئی طب ہومیوپیتھی ہے۔ اس میں بیماری کا سبب نا تو جراثیم کو تسلیم کیا گیا نہ خلتّوں کے چکّر میں پڑنا بلکہ یہ سمجھا گیا کہ جسم میں جس قدر بھی تغیرات ہوتے ہیں وہ ہماری روح کا ہی کرشمہ ہیں اور جب تک روح بیمار نہ ہو جسم بیمار ہو ہی نہیں سکتا۔روح چونکہ ایک شئ لطیف ہے۔اس پر لطیف اشیاء ہی اثر انداز ہوتی ہیں اور ہماری روح کے تحت ایک قوت، قوت مدبرہٗ بدن کارفرما ہے یہ قوت جسم کی حفاظت پر معمور ہے۔پس کسی بھی بیماری میں جو علامات ظاہر ہوں ادویات میں سے جس دوائی کے زہریلی مقدار میں کھانے سے ویسی ہی علامات ظاہر ہوں وہ دوائی اس بیماری کا موثر علاج ہے اور اس سے بہت سی بیماریوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔لیکن بعض مقامات پر یہ تھیوری کامیاب نہیں ہو پاتی جیسے جروحات وقروحات یا انیما کرنا یا ڈوش کرنا یا ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا ٹوٹنا اور جوڑنا بالشل طور پر ہوتا نظر نہیں آتا۔کسی زخم سے بہتے ہوئے خون کو بالضد طریق پر ٹانکے لگا کر ہی بند کرنا ہوگا اس لئے ایک مفید طریق علاج تو کہا جاسکتا ہے مکمل نظام طب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۴) ایلو پیتھک طریق علاج۔ یہ بھی طریقہ علاج بالضد طریقہ علاج ہے اور یہ آیورویدک اور یونانی کی اصلاح یافتہ صورت ہے ۔مگر اس میں خلتوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے ۔بلکہ بیماریوں کا موجب جراثیم اور وائرس کو قرار دیا ہے اور لمبی چھان بین کی گئی ہے کہ کونسی بیماری کس جرثومہ سے پیدا ہوتی ہے اور پھر ہر ایک جرثومہ کی ہلاکت کے لئے الگ الگ مصنوعی زہریں تیار کی گئی ہیں اور پھر جب کچھ عرصہ استعمال کے بعد ان زہروں کا اثر جسم پر دوسری بیماریوں کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے تو پھر اس کے خلاف ایک اور مصنوعی زہر ایجاد کر لیا جاتا ہے۔آہستہ آہستہ اب اصل جڑی بوٹیاں ان کے ست اور ٹنکچر و پاؤڈر و سیرپ و گولیاں فارما کو پیا سے غائب ہی ہوگئی ہیں۔ ہاں چند ایک معدنی اور حیوانی زہریں اور سیرم ابھی تک زہر استعمال ہیں۔

جہاں تک سرجری کا تعلق ہے اس میں ایلو پیتھک نے عظیم الشان ترقی کی ہے اس امر کا اعراف ہر ذی شعور انسان کرنے پر مجبور ہے۔

جراثیم کی تھیوری کے تحت جو بیماریاں پھیلتی ہیں بعض اوقات وبائی صورت بھی اختیار کر جاتی ہیں ان پر غور کرنے سے نظر آتا ہے کہ بعض لوگ جو اس ماحول میں گھرے ہوتے ہیں۔وہ اس وباء سے بالکل محفوظ رہتے ہیں اور ان پر ان جراثیم یا وائرس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان کے جسم میں اس جرثومہ یا وائرس کے خلاف امیونی ٹی پیدا ہو چکی ہوتی ہے پس ظاہر ہوا کہ ہمارا جسم خود ان جراثیم کے خلاف اپنی حفاظت کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے۔اس اصل کو مدّنظر رکھکر وباؤں سے قبل حفاظتی ٹیکے بھی لگائے جاتے ہیں جو کافی حد تک مفید تو ضرور ہیں مگر حرف آخر نہیں ہیں۔ انجکشن زدہ افراد بھی دباؤں کا شکار ہوجاتے ہیں۔

جراثیم کی تھیوری نے بیماریوں کی شناخت میں خاص حد تک آسانی پیدا کی ہے۔تاہم یہ سمجھ لینا کہ تمام تر بیماریاں جراثیم ہی سے پیدا ہوتی ہیں درست نہیں ہے۔بعض اوقات ایک اچھا بھلا تندرست آدمی بچہ یا عورت اچانک کسی خوفناک منظر یا دکھ دہ خبر سے متاثر ہوکر

کبھی تو بخار کا شکار ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پاگل پن کی علامت پیدا ہو جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے مریض کا دماغ اس خوفناک خبر یا منظر سے متاثر ہوا ہے اور دماغ کے متاثر ہونے سے بزریعہ اعصاب باقی جسم کے حصے متاثر ہوتے ہیں۔ اس قسم کی اور مثالیں بھی ہیں۔ جنہیں طوالت کے باعث سے چھوڑتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایلوپیتھک تھیوری بھی حرف آخر قرار نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے حضرت حکیم صاحب کی طبیعت اس پر بھی پورے طور پر مطمئن نہ ہوئی۔

(۵)- تین چار ذریعہ علاج اور بھی رائج ہیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی تجزیہ کیا جائے۔

۱- کرومیوپیتھی ۔ اس طب کے عاملین یہ کہتے ہیں کہ انسان سورج کی روشنی سے متاثر ہوتا ہے۔ گو سورج کی روشنی چار رنگوں سے مرکب ہے ۔ مگر ان رنگوں کے باہمی امتزاج سے ہزاروں رنگ بنائے جاسکتے ہیں اور جسم انسانی میں موجود عناصر رنگوں سے متاثر ہو کر جسم انسانی میں تغیرات کا موجب بن جاتے ہیں اور جونہی عناصر کی ترتیب میں کوئی تغیر ہوتا ہے وہ بیماری کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اور جسم جب ایک مرتبہ اعتدال سے ہٹ جائے تو جب تک اُن رنگوں سے عناصر کو اعتدال پر آنے کی مدد نہ دی جائے اُن کا اپنے آپ اعتدال پر آجانا ممکن نہیں ہے۔ انسانی جسم کو رنگوں سے متاثر کرنے کے لئے سورج کی روشنی سے بعض بیماریوں میں سُرخ رنگ بعض میں سبز رنگ اور بعض اور دوسرے رنگ نیلا پیلا وغیرہ روشنی گزار کر انسان کے جسم کو پہنچائی جاتی اور بعض دفعہ رنگ دار شیشوں میں صاف مطہر پانی ڈال کر رکھا جاتا ہے اور دھوپ لگنے سے اس خاص رنگ کا اثر پانی میں جذب کر کے بطور دوا مریض کو پلایا جاتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طریقہ علاج سے بھی مریض شفایاب ہوتے ہیں مگر اس پر بھی متعدد اعتراضات پیدا ہوتے ہیں یہ کہ جب انسانی جسم براہ راست سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج کی روشنی کو کمال درجہ کے اعتدال پر پیدا کیا ہے اس سے پودے پھول پھل درخت خوراک چاول گندم دیگر اشیاء حیوان اور انسان کچھ براہ راست روشنی سے اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء کے ذریعہ سے حصّہ پاتے ہیں۔ پھر کیوں بیمار ہونے کے لئے عناصر میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور یوں بھی اس سے محض چند ایک بیماریاں ہی رفع ہوتی ہیں اور بہت محدود تعداد ایسے مریضوں کی ہے جو اس ذریعہ علاج سے صحت یاب ہوتے ہیں۔

۲- الیکٹروپیتھی ۔ یہ بھی مخصوص بیماریوں کے لئے مفید اور مؤثر بتائی جاتی ہے ہر ایک بیماری کے لئے یہ ذریعہ علاج کافی نہیں ہے جن مریضوں کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اُنہیں زندہ اور متحرک کرنے کے لئے بجلی سے شاک دیئے جاتے ہیں اور بسا اوقات یہ طریقہ علاج مُفید ثابت ہوتا ہے مگر ہر مرض کا حتمی علاج نہیں کہا جاسکتا۔

۳- بایوکیمک ۔ بایوکیمک کے عاملین کا یہ خیال ہے کہ جسم انسانی میں چودہ نمک پائے جاتے ہیں جس میں دس نمک مفرد حالت میں اور چار مرکب حالت میں پائے جاتے ہیں ان نمکیات کی مقدار جب انسانی جسم میں غیر معتدل ہو جاتی ہے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے اور اگر ان نمکیات کو اعتدال پر لے آیا جائے تو صحت بحال ہو جاتی ہے پھر اُنہوں نے تمام نمکیات کی مفرد حالت میں کمی بیشی اور مرکب حالت میں کمی بیشی اور علامات بیان کی ہیں اور ان کے علاج کے لئے نسخہ جات تجویز کئے ہیں۔ اس طب کی ادویات بھی ہومیوپیتھی کی طرح نمبروں میں ہوتی ہے لیکن ہومیوپیتھی کی طرح لاکھوں تک نمبر نہیں پہچانے جاتے اکثر حالتوں میں تو خالص اور مدر ٹنکچر ہی استعمال ہوتے ہیں ۔ اور نمبرون کی صورت میں بھی چھوٹے نمبرون میں ۳-۶-۳۰ تک زیادہ استعمال ہوتے ہیں اس سے بھی کچھ مریض صحت یاب ہوتے ہیں لیکن ہر ایک بیماری کے لئے اس ذریعہ سے علاج ممکن نہیں شدت مرض کی حالت میں ایلوپیتھک کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے اور یوں بھی اُس کے دیگر اصولوں کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے تو اس کو ہومیوپیتھی کی ایک شاخ ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴- دم جھاڑ پھونک تعویز وغیرہ سے بھی بعض لوگ بڑے متاثر ہیں اور وہ اس کو شفاء کا ایک اعلیٰ ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ اس میں طب والی

کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نہ ہی اسے ایک مکمل طب کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے۔اس سب کے باوجود کچھ مریض اس ذریعہ سے بھی شفایاب ہوتے ہیں۔

۵-جونکیں لگوانا-سنگیاں لگانا لوٹے اور گلاس لگانا اور پچھنے لگانا بھی ایک ذریعہ علاج ہے۔اسی طرح پاشویا کرنا مالش اور چمپئی کرنا بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔مگر یہ وقت وقت کے ٹوٹکے تو ہیں۔مگر انہیں مکمل طب قرار نہیں دیا جا سکتا۔مگر اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ان ذرائع سے بھی بعض مریض شفاء پا جاتے ہیں۔

میں نے بڑے اختصار سے کام لیا ہے ورنہ نظامِ طب میں اس قدر اختلافات ہیں کہ ہزاروں صفحات درکار ہیں مگر ایک مضمون میں ان سب کو سمویا نہیں جا سکتا۔اس لیے اتنے پر اکتفا کرتے ہوئے مضمون کے اگلے حصہ کی طرف لوٹ کر آتا ہوں جس میں حضرت حکیم صاحب نے انقلاب پیدا کیا ہے وہ قارئین کے سامنے آسکے۔

نظام ہائے طب کی تھیوریوں میں اس قدر اختلافات کے بعد جو ایک بات مشترک ہے کہ سب سے مخلوقِ خُدا کو ایک حد تک فائدہ پہنچ رہا ہے۔آخر کیوں ایسا ہو رہا ہے ضرور کوئی قدرِ مشترک سے جو ان سب نظام ہائے طب میں کارفرما ہے۔

ہمارے جسم کے تمام اعضاء کے سپرد خالقِ کائنات نے کوئی نہ کوئی کام سپرد کر رکھا ہے جیسے دل ہمارے جسم میں خون کو گردش دیتا ہے۔اس میں ہمارے خون کے دوران کے ذریعہ سے جسم کے تمام حصوّں کو غذا فراہم ہوتی ہے۔ہمارے پھیپھڑے ہوا سے آکسیجن جذب کر کے خون میں شامل کر دیتے ہیں۔اور یہ زندگی کا اہم جزو خون کے دوران کے ذریعہ سے جسم کے ہر حصّہ میں پہنچتا ہے۔معدہ ہم جو غذا کھاتے ہیں اسمیں ہضم ہونے کے لئے جن انزائم کی ضرورت ہوتی ہے شامل کر کے اسکو آگے انتڑیوں میں دھکیل دیتا ہے۔انتڑیاں اس کو مزید مدارج سے گزار کر اس میں سے غذائی اجزاء کو قابل انجذاب بناتی ہیں اور پھر اس سے اگلی آنتوں میں جا کر قابل جذب اجزاء جذب ہو جاتے ہیں اور فضلہ آخری آنت میں پہنچ کر آخر جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔انتڑیوں نے جو مواد غذا سے جذب کیا ہوا ہوتا ہے جگر اس میں فولاد کے اجزاء شامل کر کے اس کو خون کا مستقل جزو بننے کے قابل کر دیتا ہے۔گردے ہمارے جسم کا فلٹر ہیں یہ خون میں سے خاص مواد کو چھان کر خارج کرتے ہیں۔نیز ایک زبردست ہارمون ایڈرینالین بناتے ہیں۔پتہ جگر سے جو صفرا تیار ہو کر آتا ہے اس کو سٹاک رکھتا ہے اور بوقت ضرورت غذا ہضم کرنے کے لئے معدہ کو فراہم کرتا ہے۔لبلبہ ایک نہایت ضروری چیز انسولین بنا کر خون میں جذب کرتا ہے اور انسولین ہمارے جسم میں شوگر کو ایک لیول پر قائم رکھنے کا فریضہ انجام دیتی ہے۔علیٰ ھذ القیاس جسم کے ہر ایک عضو کے ذمہ ایک کام ہے۔جسے وہ باقاعدگی سے انجام دیتا چلا جاتا ہے۔اگر کوئی عضو اپنے مفوضہ فعل کو ادا نہیں کرتا یا کرتا تو ہے مگر اس میں کمی بیشی کرتا ہے تو اس حالت کو ہم بیماری سے موسوم کرتے ہیں اور پھر اس کو اعتدال پر لے آنے کو صحت کا نام دیتے ہیں۔حضرت حکیم صاحب نے جس امر کو تلاش کیا وہ افعال الاعضاء کی تھیوری ہے۔

(ا)۔گویا ہمارے جسم کے تمام اعضاء اگر پنے مفوضہ فرائض کو اعتدال سے ادا کر رہے ہوں تو اس حالت کا نام صحت ہے۔اور اگر کوئی ایک یا چند اعضاء اپنے افعال کو ٹھیک طور پر ادا نہ کر رہے ہوں تو اس حالت کا نام بیماری ہے۔

جسم انسانی پر اور زندگی کے تسلسل پر غور کرنے سے یہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جسم میں تین نظام اہم تغیرّات کا موجب ہیں۔اوّل نظام ہوا یا نظام تنفس۔دوم دموی یعنی دوران خون اور سوم نظام عصبی۔اعصاب کا نظام سارے جسم کی حرکت ارادی وغیرہ ارادی افعال کا ذمہ دار ہے اگر اعصاب جواب دے جائیں تو جسم انسانی ایک لاش بے جان کی طرح ہو جاتا ہے۔یہ تینوں نظام جسم میں اہم تبدیلیوں کے ذمہ دار ہیں۔یوں تو انسانی جسم قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے جسکی تمام تر تفاصیل بیان کر سکنا کسی واحد فرد کے بس کا کام نہیں صرف اجمالی طور پر چند کا ذکر کیا گیا ہے۔

ان تینوں نظاموں کے علاوہ ایک چوتھی قوت بھی کارفرما ہے جس کو طبی اصطلاح میں قوت مدبرہ کہا جاتا ہے۔یہ قوت زندگی کے تمام

شعبہ جات پر حاوی اور حاکم ہے۔ یہ جسم انسانی کو آفات سے بچانے محفوظ اور اگر کوئی آفت آن ہی پڑے تو اس کے دفعیہ کا انتظام کرتی ہے۔ اسی لیے اس کو قوت مدبرۂ بدن یا وائٹل فورس بھی کہا گیا ہے۔ اس ہمہ گیر قوت کے افعال و کردار کا تمام تر احاطہ اس مضمون میں کیا جانا ممکن نہیں صرف چند مثالیں بیان کر رہا ہوں۔

مثلاً ایک شخص کو کسی حادثہ میں چوٹ لگ جاتی ہے اوپر سے تو زخم نظر نہیں آتا مگر اندر سے مسلز بُری طرح مجروح ہو گئے ہیں تو اس حالت میں قوت مدبرۂ بدن فوراً وہاں اقدام کرتی ہے۔ وہاں پر خون کی فوج فوراً روانہ کر دیتی ہے۔ اجتماع خون سے مجروح مقام کو گرمی میسر آتی ہے۔ اور مزید یہ کہ گردوں سے ایک ہارمون خون میں شامل ہو کر اس مقام تک پہنچتا ہے۔ اس ہارمون میں درد کو سکون دینے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ یہ خون سے رس کر مقام ماؤف میں درد کو سکون پذیر کرنے کا کام کرتا ہے اور تھوڑی دیر بعد اس صدمہ والی جگہ پر جو درد ہو رہی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جاتی ہے اور خون کے اجتماع سے مخروب مسلز وافر مقدار میں اجزاء زندگی حاصل کر کے تندرست ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جوں جوں درد کم ہوتی ہے اس جگہ سے زائد خون بھی جانا شروع ہو جاتا ہے اور آخر اس جگہ سے ورم اور سوج ختم ہو کر تندرستی عود کر آتی۔

اگر صدمہ والی جگہ پر زخم ہو گیا ہے۔ اور اس میں سے خون جاری ہے۔ تو سوائے چند حالتوں کے کہ جس میں کوئی بڑی شریان کٹ گئی ہو اور شریان ٹانکے لگائے بغیر جریان خون رکنے نہ پائے اکثر حالتوں میں خون میں موجود فولادی اجزاء آکسیجن لگنے سے جم کر چھوٹی شریانوں کا منہ بند کر دیتے ہیں اور جریان خون رک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ درد بھی کم سوزش اور ورم بھی کم ہو کر زخم التیام پزیر ہو جاتا ہے۔

آنتوں میں اگر کوئی ایسی چیز داخل ہو جائے جو آنتوں میں ا خراش اور جلن پیدا کرے خواہ وہ جراثیم ہوں یا معدنی یا نباتاتی زہر ہو تو قوت مدبرۂ بدن اس کو جسم سے خارج کرنے کے لئے وافر مقدار میں خون آنتوں کی طرف بھیج دیتی ہے۔ خون میں سے مائیت مترشح ہو کر آنتوں میں موجود مواد کو پتلا کر کے براہ مبرز جسم سے خارج کر دیتی ہے اور جسم اس زہر کے اثر سے محفوظ ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات قوت مدبرۂ بدن زہر کی مقدار کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتی اور بے تحاشہ اسہال لانا شروع کر دیتی ہے۔ حالانکہ وہ زہر پہلے ایک دو اسہال آنے پر ہی خارج ہو چکا ہوا ہے ایسی صورت میں اسہال روکنے والی ادویہ کمزور حالت میں دی جائیں تو کچھ کامیابی نہیں ہوتی اور اگر نہایت شدید الاثر مقدار میں دی جائیں تو مریض جو پہلے ہی اسہال آنے کی وجہ سے کمزور اور نحیف ہو چکا ہوا ہے اس دوائی کی شدت سے اور بھی نڈھال ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہومیوپیتھی مِقدار میں جلاب آور کوئی دوائی جیسے سنکھیا، جمال گھوٹا وغیرہ دی جائے تو اس کے جلاب آور اثر سے قوت مدبرۂ بدن فوراً اس کے خلاف اقدام کرتی ہے اور انتڑیوں میں جو اجتماع خون ہے اس کو کم کر دے گی اور خون سے جو مائیت تراوش پا رہی ہے اسکو روک دے گی اس طرح انتڑیوں میں سکون کی کیفیت پیدا ہو کر مریض تندرست ہو جائے گا۔

ایک تیسری مثال یوں بیان کی جا سکتی ہے۔ ایک شخص کو نکسیر پھوٹ کر ناک سے خون جاری ہے۔ اس کا بالضد طریقہ سے علاج یوں ہو گا کہ اس کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے اس سے خون کی نالیاں سکڑ جائیں گی اور جریان خون بند ہو جائے گا۔ لیکن اس کا ایک آسان طریق یہ ہے کہ ایسے مریض کے پاؤں دیکھے جائیں وہ ضرور ٹھنڈے ہونگے اس لئے پانی گرم کر کے اس کے پاؤں اس میں رکھے جائیں جونہی پانی کی گرمی سے پاؤں میں جلن کا احساس ہو گا قوت مدبرۂ بدن فوراً اس کے دفیہ کی طرف مائل ہو گی اور پاؤں کی طرف خون وافر مقدار میں روانہ کرے گی اس طرح سر کی طرف خود بخود خون کا دباؤ کم ہو جائے گا اور خون کا دباؤ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے ناک سے جو جریان خون ہو رہا تھا رُک جائے گا۔

(باقی آئندہ)

خلافت کی اہمیت وبرکات

(محمد الیاس منیر جرمنی)

کائنات کے چھوٹے سے ذرّہ، ایٹم کو لیجئے یا بڑے سے بڑے کسی اور جسم کو، جس کا بھی سینہ چاک کریں وہاں ایک دھڑکتا ہوا دل، ایک مرکز پائیں گے جو اس ذرّہ یا جسم کی ہر حرکت اور سکون کا محور ہوگا۔ اسی طرح عالم صغیر ہو یا عالم کبیر، ہر ایک عالم میں قدرت کا یہی قانون کارفرما نظر آتا ہے۔ عالم صغیر یعنی انسان کے تمام اعضاء اور اعصاب اور رگ وریشے اس کے دل کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں۔ تو عالم کبیر میں موجود تمام سیارے اپنا ایک مرکز رکھتے ہیں۔ کچھ سیارے ملکر ایک نظام بناتے ہیں جن کا مرکز ایک سورج ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کے چند نظام ملکر ایک گلیکسی بناتے ہیں اور کائنات میں موجود اس قسم کی بے شمار گلیکسیز ہیں جو ایک بڑا مرکز رکھتی ہیں اور اپنے اپنے محور پر حرکت کر رہی ہیں۔

کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ سے لیکر بڑی سے بڑی گلیکسی تک میں جو یہ وحدت ہے یہ جہاں ہمیں خدا تعالیٰ کی توحید کی طرف توجہ دلاتی ہے وہاں اس میں بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے ایک شاندار سبق بھی پنہاں ہے کہ دنیا کا کوئی بھی نظام، کوئی بھی کاروبار مرکزیت کے بغیر نامکمل ہے، معاشرہ میں مل جل کر رہنے کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے جس میں ایک ایسا مرکز ہونا چاہئے جسے ہر فرد اپنے اوپر مسلّط کرے۔ اسی پر نوع انسان کے نظام کی کامیابی کا مدار ہوگا۔ اسی پر اس کی ترقی کا انحصار ہوگا۔

جہاں تک انسانی معاشرہ میں نظام کا تعلق ہے، یہ دنیا کے ہر خطہ، ہر ملک اور ہر قبیلہ میں موجود ہے اور اس کا ہر جگہ ہونا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ واقعی فطرت کی آواز ہے۔ لیکن ان نظاموں میں آئے دن پیدا ہونے والی گڑبڑ اور تبدیلیاں، برپا ہونے والے انقلابات، رونما ہونے والے فسادات کی وجہ سے اس بات پر یقین آجاتا ہے کہ یہ حقیقی نظام نہیں ہیں۔ ان میں مرکزیت کی وہ فطری روح نہیں جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہے۔ خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ بنی نوع انسان پرسکون زندگی بسر کریں، پورے اطمینان کے ساتھ اس دنیا میں رہیں۔ اس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر جب ہم سارے دنیا میں مختلف نظاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس سوال کا جواب صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن کریم میں ملتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَ لَیُبَدِّ لَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُ وْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ؕ وَ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ٥

(سورۃ النور 56)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسبِ حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دیگا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے جس نظام کا ذکر فرمایا ہے وہ آسمانی نظام ہے۔ جس کا سربراہ خدا تعالیٰ مقرر فرماتا ہے اور جس کا آئین ایک ابدی اور کامل کتاب قرآن شریف کی شکل میں اس نے نازل فرمایا ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے یہ نظام 'نظام خلافت' کہلاتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے مامور اور اس کے مرسل نبی کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کیا جاتا ہے اور اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک لوگ نظام کی شرائط کو پورا کرتے رہیں۔

خلافت کیا ہے

لغت کی رو سے خلافت کے معنے نیابت اور جانشینی کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد نبی کا جانشین ہوتا ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ الخلیفۃ من یقوم مقام الذاھب ویسدّ مسدّہ

(النھایۃ جلد 1 صفحہ 310)

کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو کسی جانے والے کی جگہ پر کھڑا ہوا اور اس کے جانے کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کر دے۔

علامہ بیضاوی نے لفظ خلیفہ کے معنے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"الخلیفۃ من یخلف غیرہ و ینوب منابہ والّاء فیھل لمبا لغۃ"

یعنی خلیفہ کسی دوسرے شخص کے بعد ہوتا ہے اور اس کی قائمقامی کرتا ہے اور اس میں جو ھاء ہے وہ مبالغہ کے لئے ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ یہ فرماتے ہیں:

"خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں، جو تجدید دین کرے نبی کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 383)

پس خلافت نبوت کی جانشینی ہے اور خلیفہ نبی کے شروع کئے ہوئے عظیم الشان مشن کو خدا تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کر کے نبی کی نشان کردہ راہوں پر چلتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتا ہے۔ اور نہ صرف اس کے تشنہ تکمیل منصوبوں اور سکیموں کو تکمیل تک پہنچاتا ہے بلکہ اس کی بعثت کی غرض کو پورا کرنے کی خاطر وہ نئے نئے پروگراموں اور منصوبوں کی بنا بھی ڈالتا ہے۔ اور اس طرح سے تجدید دین کرتا ہے۔ اور وہ اپنے فرائض کو پوری شدت اور جوش وخروش اور تیزی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ کیونکہ لفظ خلیفہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ خلافت حقہ کا تصور جو خدا تعالیٰ طرف سے قائم ہوتا ہے اور جو دنیا کے ہر نظام سے ہر پہلو میں کہیں بہتر اور زیادہ موثر ہے۔

عالمِ اسلام کا اتحاد اور خلافت

خلافت کی اہمیت پر کئی پہلوؤں سے روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ ایک بنیادی نکتہ "مرکزیت اور خلافت" اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس مذکورہ بالا امر کی تصدیق اس حقیقت سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ آج خلافت کے جھنڈے تلے نہ ہونے کی وجہ سے پوری دنیا بے چینی اور انتشار کا شکا رہے۔ باقی دنیا تو ایک طرف عالمِ اسلام بھی، جس کے پاس قرآن کریم جیسا پاکیزہ اور مکمل عظیم الشان ضابطہ حیات موجود ہے، اسی کیفیت سے دوچار ہے اس صورتِ حال کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا نظام موجود نہیں جو مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی ہر بات پر عمل کرنا، ہر مکتب فکر کے لوگوں پر لازمی امر ہو۔ اگر آج بھی عالمِ اسلام اس نظام پر متفق ہو جائیں تو مسلمان دنیا کی بڑی طاقت بن سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے عالمِ اسلام کی ترقی، اس کا اتحاد، خلافت کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔ مشہور عالم الشیخ الطنطاوی الضوھری نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ آپ آیت استخلاف درج کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

"ھذہ الآیة ذکرناھا مرّةً أخریٰ فی الکتاب واعدناھا ھٰھنا بعد اَن بَینا طریق الاتحاد بین المسلمین. تلک الطریق التی ھدانا اللّٰہ اِلا سْتخراجھا من الکتاب العزیز لا سبیل اِلی اِسعاد المسلمین بغیرھا ولا سبیل الی راحتھم فی الأرض واستخلا فھم فیھا و تبدیل خوفھم أمناً اِلاَّ بھٰذہ السبیل وحدھا(الخلافة)

(القرآن والعلوم العصریة صفحہ 21)

یعنی اس آیت کا ہم نے اس کتاب میں دوبارہ ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا طریق بیان کرنے کے بعد ہم نے پھر اس آیت کو دھرایا ہے کیونکہ اس طریق کا علم ہمیں کتاب عزیز سے ہوتا ہے اور اسکے بغیر مسلمانوں کی کامیابی کا اور کوئی طریق نہیں، نہ ہی انہیں زمین میں خوشحالی اور طاقت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی حکومت میسر آ سکتی ہے اور نہ ہی اس کا خوف امن سے تبدیل ہو سکتا ہے، مگر صرف اور صرف اس (خلافت) کے ذریعہ۔ گویا آج جس شخص نے بھی حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہونا ہے، جسے بھی حقیقی سکون اور راحت سے زندگی بسر کرنے کی تلاش ہے، جسے بھی اپنی روحانی اور مادی ترقی کی فکر ہے، اسے خلافت کا جھنڈا تلاش کر کے اس کے نیچے جمع ہونا ہوگا۔ اس کے مرکز سے زندہ تعلق قائم کر کے، اس کی طرف سے جاری ہونے والی تمام ہدایات کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل اور ضابطہ حیات مرتب کرنا ہوگا اور جو شخص اس کے مطابق کرے گا اس کی کامیابی یقینی ہے۔

خلافت نبوت کا تتمّہ ہے

خلافت کی اہمیت ایک ناگزیر ضرورت بن کر اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم نبی اور اس کے مشن کو دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے نبی بھیجتا ہے مگر انکے ذمہ صرف تخم ریزی کا ہی کام ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھوں تو انکے مشن کی صرف ابتداء ہی ہوتی ہے، اس کی بنیاد پڑتی ہے، اور ان کے جانے کے بعد خلافت نبوت کا تتمہ اور حصہ بن کر وجود میں آتی ہے۔ یہ خدا کی قدیم سنت ہے جیسے کی اصدق الصادقین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"ما کانت النبوة قطّ اِلاَّ تبعتھا خلافة"

(کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹)

کہ ہر نبوت کے بعد خلافت لازمی طور پر قائم ہوتی رہی ہے۔ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ ہو تو نعوذ باللہ اس سے خدا تعالیٰ پر حرف آتا ہے کہ اس نے دنیا میں ایک منصوبہ جاری فرمایا مگر ابھی وہ تشنۂ تکمیل ہی تھا کہ اس نے اس قائم کردہ سلسلہ کو اپنے ہاتھوں سے ملیا میٹ کر دیا، گویا وہ ایک بلبلہ تھا جو سمندر کی سطح پر ظاہر ہوا اور پھر چند ثانیے بعد وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ کر پانی کی مہیب لہروں میں غائب ہو گیا۔ پس خدا تعالیٰ کی شان اسی میں ہے کہ نبی کی وفات کے بعد اس کی جانشینی کا سلسلہ بھی قائم ہو، جو اس نبی کے مشن کو مکمل کرنے میں کوشاں ہو جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس نقطہ نظر سے نظامِ خلافت کے قیام کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ کا کلام مجھے فرماتا ہے.......... وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا، کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد، یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے.......... اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے، لیکن اس کی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا، بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے....... ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا کام رہ گئے تھے، اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔''

(الوصیت)

پس خلافت کے قیام کی ضرورت اور اس کی اہمیت جہاں مادی قانون قدرت سے ثابت ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے روحانی نظام کا بھی یہی تقاضہ ہے اور اسکی سنت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ نبوت کے بعد خلافت کا نظام بہر حال قائم ہونا چاہئے کہ ساری دنیا کے مسائل کا حل اسی نظام میں ہے۔

خلافت کا مقام

خلافت کی اہمیت کا ایک پہلو خلیفہ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اسی موضوع سے خلافت کی اہمیت بیان کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔ خلافت ایک نعمت ربانی ہے اس کو خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں۔ اس منصب پر فائز ہونیوالا مبارک وجود، حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کی الفاظ میں ''سایہ رب العالمین، ہمسایۂ انبیاء ومرسلین، سرمایہ ترقی دین اور ہم پایہ ملائکہ مقربین ہوتا ہے۔ وہ دائرہ امکان کا مرکز، تمام وجود سے باعث فخر اور ارباب عرفان کا افسر ہوتا ہے۔ اس کا دل تجلی رحمان کا عرش اور اس کا سینہ رحمت وافرہ اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اقبال کا پرتوہ ہوتا ہے۔ اس سے اعراض معارضہ تقدیر اور اس سے مخالف، مخالفتِ ربّ قدیر ہے'' حضرت سید صاحب موصوف خلیفہ راشد کا اعلیٰ وارفع اور پاکیزہ مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو صاحب کمال اس کے ساتھ اپنے کمال کا موازنہ کرے وہ مشارکت حق تعالیٰ پر مبنی ہے۔ اہل کمال کی یہی علامت ہے کہ اس کی خدمت میں مشغول اور اس کی اطاعت میں مبذول رہیں۔ اس کی ہمسری کے دعویٰ سے دستبردار رہیں اور اسے رسول کی جگہ شمار کریں۔'' (منصب امامت صفحہ ۸۶،۸۷)

آپ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''امام، رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے، تمام اکابر امت وبزرگانِ ملت ملازموں اور خدمتگاروں اور جانثار غلاموں کی مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابر سلطنت وارکان مملکت کے شہزادۂ والا قدر کی تعظیم ضروری ہے اور اس سے توسلّ واجب ہے، اور اس سے مقابلہ نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے، ایسا ہی ہر صاحبِ کمال کے حضور میں تواضع اور تذلّل واجب ہے، اور اس سے مقابلہ نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے، ایسا ہی ہر صاحبِ کمال کے حضور میں تواضع اور تذلّل سعادتِ دارین کا باعث ہے۔ اور اس کے حضور اپنے علم اور کمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے۔ اس کے ساتھ یگانگت رکھنا رسول سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسول سے بیگانگی ہے۔'' (منصب امامت صفحہ ۷۹)

خلیفۂ وقت نبی کے بعد ایک اعلیٰ اور منفرد مقام پر فائز ہوتا ہے، اس کو خدا تعالیٰ قائم کرتا ہے اور وہی قائم رکھتا ہے اس کی ہر طرح سے تائید و نصرت کرتا ہے اسے علم لدّنی عطا فرماتا ہے، اسے خود حکمت سکھاتا ہے۔ قرآن کریم کے معانی، مطالب، اسرار، رموز اور حقائق و دقائق سے مالا مال کرتا ہے جس کی بدولت وہ قرآن کریم کی تفسیر سب سے بہتر سمجھتا اور بیان کرتا ہے۔ خدا خود اس کی ہر مشکل مرحلہ پر رہنمائی کرتا ہے، ہر ابتلاء میں اسے پورا اترنے کی توفیق بخشتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر قسم کے احکام کے اجراء اور مہمات کا انجام اس کے سپرد کیا جائے۔ اور ہر شخص خواہ مجتہد ہو یا مقلد، عالم ہو یا عامی، عارف ہو یا غیر عارف، اپنے آپ کو اس کے سامنے لاشئی محض سمجھے۔ اس کے حضور اپنی زبان بند رکھے۔ کسی بھی طرح اس کے سامنے استقلال کر دم نہ مارے۔ اس کے اختیارات خود مقرر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ اس کے مقام کا تقاضا ہے کہ یہ کام اسی پر چھوڑا جائے جیسے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو صرف ایک ملاّ بھی کر سکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے''

کامل اطاعت انسان کو صحابہ کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ اور آج اسکے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان تنزل کا شکار ہیں۔ گو آج کے مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں، مگر ان

میں ں وہ ترقی نہیں جو صحابہ میں تھی، حالانکہ صحابہ بھی یہی نمازیں پڑھتے، زکوٰۃ دیتے اور حج کرتے تھے۔ اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ صحابہ میں ایک نظام کے تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہ اسی وقت اس پر عمل کے لئے کمر بستہ ہو جاتے اور اطاعت کی یہ روح آج کے مسلمانوں میں نہیں ہے۔ آخر وہ کیا وجہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے اس بنیادی وصف سے عاری ہے۔ اس کا جواب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

''اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا، پس جب خلافت ہوگی اطاعت رسول بھی ہوگی'' (تفسیر کبیر سورۃ نور)

اس نقطہ نظر سے خلافت کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ترقی ایمان اور قبولیتِ اعمال کی اب نظام خلافت کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ جسے متاع ایمان اور عاقبت کی فکر ہو اسے لازم ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کے نظام کے ساتھ ہو جائے جو آج جماعت احمدیہ کے سوا دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں ہے۔

برکاتِ خلافت

میرے مضمون کا دوسرا حصہ برکاتِ خلافت سے متعلق ہے خلافت کی برکات بنیادی اور اصولی طور پر دو قسم کی ہیں۔

۱۔ تمکنتِ دین۔ جس کا ذکر وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کے الفاظ میں فرمایا۔

۲۔ ازالہ خوف۔ اس کا ذکر وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کہہ کر فرمایا۔

خلیفہ کے تقرر کا طریق ایک عظیم نعمت

اس کی ایک بہت بڑی برکت اسکے قیام کے وقت اور طریق سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مختلف قومیں اپنے لیڈر کا انتخاب کرتی ہے تو انتخابی مہمات کے دوران زبردست فسادات ہوتے ہیں، پھر جب کوئی لیڈر منتخب ہو جاتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا عرصہ اقتدار کب تک ہے اور کس گھڑی اس کو بے عزت کر کے کرسی اقتدار سے الگ کر دیا جائے گا لیکن دنیا میں خلافت ہی واحد نظام ہے جس میں ایک امام کے بعد دوسرے امام کے انتخاب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا اصول وضع فرما دیا ہے جس کے نتیجہ میں کوئی دنگا فساد نہیں ہوتا۔ ہر کوئی مطمئن پر سکون ہوتا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ کوئی شخص خلافت کی خواہش نہ کرے، بلکہ ان منصب پر خدا تعالیٰ جسے مناسب سمجھے گا اسے خود فائز کر دے گا اور یہ کہ جسے وہ خلافت کی خلعت پہنا دے اس کے بعد خلعت کو اتارنے کا کسی کو بھی حق نہ ہوگا۔ پس جب کسی کو خلافت کی خواہش نہ ہوگی تو نہ تو کسی کو اس کے حصول کے لئے کوشش کرنی پڑے گی اور نہ ہی کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہونے والے امام کے خلاف تحریک چلا کر اسے اس خلعت کو اتارنے پر مجبور کرنے کی جرأت کرے گا اور یوں اس نظام سے وابستہ ہر شخص قلبی و ذہنی طور پر بڑا پر سکون ہوگا۔

خدائی تائید و نصرت

خلافت کے تمام کاروبار اور اس کی برکت کی بنیاد خدائی تائید و نصرت پر ہے۔ جو بجائے خود خلافت کی ایک عظیم الشان برکت ہے۔ گویا خلافت کی ساری عمارت ہی برکت سے معمور ہے اور اس عمارت کی بنیادیں بھی برکت سے ہی بھری گئی ہیں۔ چنانچہ تمکنت دین کے ہر قدم پر، خوف کے ہر لمحہ میں خدا تعالیٰ خلافت کی برکت سے اپنے بندوں کی خاص تائید و نصرت فرماتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ ہر مرحلہ پر سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔ ہر قدم پر کامیابی ان کے پاؤں چومتی ہے۔

تمکنتِ دین اور خلافت کی برکت

جیسا کہ اوپر یہ صراحت سے بیان ہو چکا ہے کہ نبی تو صرف تخم ریزی ہی کر پاتا ہے کہ اسے خدا کی طرف سے بلاوا آ جاتا ہے دین کی اشاعت، اس کی وسعت، اس کا استحکام، فتوحات، منظم اور مربوط طور پر اس کی عمارت کو بلند کرنا اور یہ سب باتیں جو بعد میں آنے والے خلیفہ کے زمانوں میں پوری ہوتی ہے وہ خلافت کی برکات ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو آپ کے دورِ خلافت کی ابتداء میں فرمایا:

''مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت! تم پر خلاف کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں۔'' (منصب خلافت صفحہ ۳۷)

خدا تعالیٰ کا یہ قول ہر زمانہ میں قائم ہونے والی خلافت کے ہر دور میں پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ حضرت موسیٰ کی وفات انکے مشن کی تکمیل سے پہلے ہی ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپکے بعد بھی خلافت کا نظام قائم ہوا۔ چناچہ بائبل میں ہے:

''جب خداوند کا بندہ موسیٰ مر گیا تو یوں ہوا کہ خداوند نے نون کے بیٹے یشوع کو جو موسیٰ کا خادم تھا خطاب کر کے فرمایا کہ میرا بندہ موسیٰ مر گیا ہے، سو اب تو اُٹھ اور اس یردن پار اس ساری قوم سمیت اس سرزمین کو جو میں انہیں یعنی اسرائیل کو دیتا ہوں اُتر جا...... ساری سرزمین اور دریائے اعظم تک جو سورج کے ڈھل جانے کی طرف ہے تمہاری سرحد ہوگی۔ میں تجھ سے غافل نہ ہونگا۔ اور نہ تجھے چھوڑوں گا۔ مضبوط ہو اور دلاوری کر''

(یشوع کی کتاب باب ا آیت ا تا ۷)

چنانچہ حضرت یوشع نے پوری ہمت اور دلاوری کا مظاہرہ کیا اور بالآخر انہیں فتح نصیب ہوئی۔ اور دریائے یردن کے اس پار کا علاقہ، ارض مقدسہ انہیں مل گئی۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ فتح اس لئے نصیب ہوئی اور حضرت موسیٰ کا تشنہ تکمیل منصوبہ اس لئے پورا ہوا کہ قوم موسیٰ نے نظام خلافت کو قبول کیا اور اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ اور اسطرح سے تمکنتِ دین کا خدائی وعدہ پورا ہوا۔

ارکان دین کی حفاظت اور تمکنتِ دین

خلیفۂ وقت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا ولولہ اور ایسی امنگ عطا ہوتی ہے کہ وہ اس کی بدولت تمکنتِ دین کے لئے ہر قسم کے نامساعد حالات کے باوجود کسی بھی ضروری اقدام کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو مسلمان کہلانے والے بعض اعراب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا یہ بڑا ہی نازک وقت تھا ایک طرف قیصر روم کے حملہ کا خطرہ، دوسری طرف اعراب کی بغاوت اور انکی طرف سے برپا فتنۂ ارتداد، یہ مسائل بڑی خوفناک اور گمبھیر شکل اختیار کئے ہوئے تھے۔ ایک عام انسان اس حالت میں بمشکل ان فتنوں پر ہی قابو پانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اسے مثبت اقدام کی سکت ہی نہیں ہوتی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوری طور پر زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے مسلمانوں کی سرکوبی کا پروگرام بنایا اور اس کے لئے ٹارگٹ مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بکری باندھنے والی رسی کی بھی زکوٰۃ دیتا تھا اور اب اس کے انکار کرتا ہے تو میں اس کی زکوٰۃ لیکر رہوں گا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۵)

یہ دلیری، دین کے ارکان کو پوری شدت کے ساتھ قائم کرنے کی یہ اہمت خلافت کی برکت سے ہی تھی۔ اسی واقعہ سے خلافت کے ذریعہ تمکنت کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس بروقت اقدام سے دین کی راہ میں رخنہ ڈالنے کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خداداد فراست سے اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دیا اور اس طرح سے تمکنت دین کی شاندار مثال قائم کی۔

بیت المال کا استحکام اور تمکنتِ دین

تمکنتِ دین کا ایک حد تک بیت المال کے استحکام کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ نظام خلافت کو مالی لحاظ سے بڑی برکت بخشتا ہے تا تمکنتِ دین کی خاطر خلیفۂ وقت کو جس قدر اموال کی ضرورت ہو وہ میسر ہو جائیں۔ نظام خلافت کی تاریخ شاہد ہے کہ بعض خلفاء انتہائی مہیب قسم کے مالی خطرات اور دگرگوں حالات میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے مگر دیکھتے ہی دیکھتے یہ حالات مالی فراوانی اور خوشحالی سے بدل گئے اور اس طرح سے یہ سبق بھی دیا گیا کہ ہر قسم کی خوشحالی خلافت کے ساتھ وابستگی میں ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے جانشین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد خلافت کی ابتداء نہایت شدید قسم کے مالی بحران کی فضا میں ہوئی۔ مالی حیثیت رکھنے والے لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کر دیا اور لاہور چلے آئے اور یہی نہیں بلکہ روانگی کے وقت سارا خزانہ بھی لوٹ کر لے گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب حساب کتاب دیکھا تو خزانہ میں صرف سترہ روپئے تھے جبکہ سکول کے اساتذہ کی تنخواہوں کے علاوہ کئی سو کا قرض جماعت پر تھا۔ ان نامسائد مالی حالات میں آپ نے ہرچہ باد کہتے ہوئے خدا کی تھمائی ہوئی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کی بارش میں اپنے کرواں کو لیکر آگے بڑھنے لگے۔ چند سال میں جماعت کی مالی حالت بڑی خوشکن ہوگئی۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قرض تو الگ رہے، حضورؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے یعنی 1920ء میں برلن میں مسجد تعمیر کرنے کے لئے جماعت کی خواتین سے ایک لاکھ روپئے کا مطالبہ کیا تو جماعت کی خواتین نے صرف ایک ماہ کے اندر اندر یہ خطیر رقم جمع کر کے اپنے آقا کے حضور پیش کر دی۔ ایسے ہی ایمان افروز واقعات اور خلافت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”جیسا کہ میں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے ایک لاکھ روپیہ مانگا تھا۔ لیکن اب میں خدا تعالیٰ سے اربوں روپیہ مانگا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ایک لاکھ روپیہ مانگ کر غلطی کی.... اللہ تعالیٰ نے کہا ہم تیری اس دعا کو قبول نہیں کرتے جس میں تو نے ایک لاکھ مانگا ہے۔ ہم تجھے اس سے بہت زیادہ دیں گے تا کہ سلسلہ کے کام چل سکیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھ کر کہ میں نے ایک لاکھ مانگا تھا مگر اس نے 22 لاکھ سالانہ دیا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایک کروڑ مانگتا تو 22 کروڑ سالانہ ملتا۔ ایک ارب مانگتا تو 22 ارب سالانہ ملتا، ایک کھرب مانگتا تو 22 کھرب سالانہ ملتا اور اگر ایک پدم مانگتا تو 22 پدم سالانہ ملتا۔ اور اس طرح ہماری جماعت کی آمد امریکہ اور انگلینڈ دونوں کی مجموعی آمد سے بڑھ جاتی۔ پس خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت سی برکات وابستہ کی ہوئی ہیں۔ تم ابھی بچے ہو تم اپنے باپ دادوں سے پوچھو کہ قادیان کی حیثیت جو شروع زمانہ خلافت میں تھی وہ کیا تھی۔ اور پھر قادیان کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر ترقی بخشی تھی۔“

(الفضل ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت کی برکات سے جماعت احمدیہ کو مالی فراوانی دیتا چلا ہے چنانچہ جماعت کا بجٹ سینکڑوں سے ہزاروں میں، ہزاروں سے لاکھوں میں اور لاکھوں سے کروڑوں میں اب بفضلہٖ تعالیٰ اربوں میں جا چکا ہے۔خلیفہ وقت فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے لئے 25 لاکھ کا مطالبہ کرتے ہیں تو جماعت 33 لاکھ پیش کر دیتی ہے۔افریقہ کی علمی اور طبی خدمات کے منصوبہ، مجلس نصرت جہاں کیلئے خلیفہ وقت 33 لاکھ کی تحریک کرتے ہیں اور احباب جماعت 52 لاکھ روپیہ اپنے آقا کے قدموں ڈال دیتے ہیں۔ پھر خلیفہ وقت صد سالانہ احمدیہ جوبلی منصوبے کے لئے اڑھائی کروڑ کی تحریک کرتے ہیں اور جماعت قریباً 15 کروڑ روپئے کے وعدے پیش کر کے ان کی ادائیگی کی فکر میں لگ جاتی ہے۔اور اب خلافتِ رابع کے مبارک دور میں جس طرح خدا تعالیٰ نے مالی وسعتیں بخشیں ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ اب جماعت کروڑوں سے اربوں کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔

غیر متزلزل ایمان

خلافت کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس کے طفیل مومنوں کو مضبوط چٹانوں جیسا غیر متزلزل ایمان بخشا جاتا ہے۔ وہ کسی قسم کی لالچ میں نہیں آتے، وہ کسی کے ورغلائے نہیں پھسلتے۔5 ستمبر 1956ء کے اخبار الفضل میں ایک واقعہ درج ہے جو اس عمر کی سچی تصویر پیش کرتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب 1914ء میں خلافتِ ثانیہ کا انتخاب ہوا تو پیغامیوں نے اس خیال سے کہ جماعت کے لوگ خلافت کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتے یہ تجویز کیا کہ کوئی اور خلیفہ بنا لیا جائے اور اس کے لئے سیالکوٹ کے ایک صوفی منش دوست میر عابد علی عابد کا انتخاب کیا گیا۔ پیغامیوں کا یہ خیال تھا کہ کیونکہ میر صاحب صوفی منش اور عبادت گذار آدمی ہیں اس لئے الوصیت کے مطابق 40 آدمیوں کا ان کی بیعت پر متفق ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی صدرالدین صاحب اور بعض دوسرے لوگ رات کے وقت ان کے پاس گئے اور اپنے آنے کی غرض بیان کی جس پر وہ آمادہ ہو گئے۔اس کے بعد وہ پیغامی ہری کین لے کر ساری رات قادیان میں دو ہزار احمدیوں کے ڈیروں پر پھرتے رہے لیکن چالیس آدمی تو ایک طرف وہ کسی ایک آدمی کو بھی میر صاحب کی بیعت پر آمادہ نہ کر سکے اور جب انہیں میر صاحب کی بیعت کے لئے چالیس آدمی بھی نہ ملے تو وہ مایوس ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان دنوں کا نقشہ اتارتے ہوئے فرمایا:

”خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک جماعت کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا تھا اور اس وقت جمع کر دیا تھا جب بڑے بڑے احمدی میری مخالف ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ اب خلافت ایک بچے کے ہاتھ میں آ گئی ہے اس لئے جماعت آج نہیں تو کل تباہ ہو جائے گی لیکن اس بچہ نے 42 سال پیغامیوں کا مقابلہ کر کے جماعت کو جس مقام تک پہنچایا وہ تمہارے سامنے ہے۔ شروع میں ان لوگوں نے کہا تھا کہ 98 فیصدی احمدی ہمارے ساتھ ہیں۔ لیکن اب وہ دکھائیں کہ جماعت کا 98 فیصدی جوان کے ساتھ تھا کہاں ہے؟ کیا وہ 98 فیصدی ملتان میں ہیں، لاہور میں ہیں، آخر وہ کہاں ہیں کہیں بھی دیکھ لیا جائے ان کے ساتھ جماعت کے دو فیصدی بھی نہیں نکلیں گے۔“

(الفضل ۲۸ اپریل ۱۹۵۷ء)

قربِ الٰہی کا حصول

دین کی تمکنت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ماننے والوں کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق ہو اور ان کو خدا تعالیٰ خاص قرب خاص قرب حاصل ہو اور یہ امر ہو ہی نہیں سکتا، جب تک خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو۔ خلیفہ وقت زمین پر خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور اسے یہ برکت دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطہ کا کام کرے اور جو خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہے اس کی راہنمائی کرے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں ممد ہوتے ہیں۔ جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈسٹک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔“

(الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء)

احکامِ دین قرآن کریم کی تشریح

خلیفہ وقت خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہونے لے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے کلام اور اس کے احکام کو سب سے بہتر سمجھتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس کی راہنمائی کر رہا ہوتا ہے اسے اپنے الہام اور وحی کے ذریعہ نئے نئے حقائق اور دقائق سے نوازتا ہے۔ جن سے روشنی پا کر وہ قرآن کریم کے نئے نئے معانی اور اسرار و رموز لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور احکام قرآنی پر عمل کی سہی راہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی خلیفہ کا وجود بڑا ہی بابرکت ہے اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی تھی کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ سیدنا حضرت

مصلح موعودؓ اسی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”خلفاء کے ذریعہ سنن اور طریقے قائم کئے جاتے ہیں ورنہ احکام تو انبیاء پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں۔ خلفاء دین کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں اور مغلق امور کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ایسی راہیں بتاتے ہیں جن پر چل کر اسلام کی ترقی ہوتی ہے۔“ (الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء)

کامیابی کی کلید

ہر انسان چاہتا ہے کہ اسے ہر میدان میں کامیابی ملے، اسے فتح نصیب ہو ایسی خواہش رکھنے والے ہر انسان کے لئے خدا تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ وہ اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خلافت کے ساتھ وابستہ کر لے۔ اس کے نتیجہ میں اس کی کامیابی اور فتح یقینی ہوگی۔ خلافت کے ساتھ یہ وابستگی کیسی ہونی چاہئے؟ اس بارے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے:

**”امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم پر جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے اپنے مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے۔ اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے۔ اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے۔ اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔“
(الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء)**

پس کامیابی اسے ملتی ہے جو اپنے آپ کو پوری طرح خلافت کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے، کامیابی اسے ملتی ہے جو اپنا سب کچھ خلافت پر نثار کر دیتا ہے، کامیابی اسے ملتی ہے جو خلیفہ وقت کی دعائیں حاصل کرتا ہے کیونکہ ”اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصبِ خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے“ (منصبِ خلافت صفحہ ۳۲)

برکاتِ خلافت کا دوسرا عظیم الشان پہلو۔ ازالۂ خوف

جب خلافت کے ساتھ وابستہ مومنوں پر خوف کے حالات آتے ہیں ،اس وقت بھی خدا تعالیٰ جماعت پر بارش کی طرح برکتیں نازل کرتا ہے۔ مضمون کا یہ حصہ بھی برکات خلافت کی ایک طویل داستان لئے ہوئے ہے۔ جو تاریخ عالم کے صفحات پر بکھری پڑی ہے۔ اس بارہ میں یاد رہے کہ ایک تو خوف کی حالت اس وقت طاری ہوتی ہے جب نبی یا اس کا خلیفہ اپنے آسمانی نقطہ کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور مومن بشریت کے تقاضا کے تحت مارے غم کے دیوانے ہو جاتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں اس بات پر کہ اب کیا ہوگا؟ چنانچہ ہمیشہ ہی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ خوف کے اس وقت میں خدا تعالیٰ ان میں سے ہی کسی نیک بندے کو کھڑا کر کے ان کی تسلی کے سامان کرتا ہے۔ اس کے بعد اس جماعت کے بعض اور حالات پیش آتے ہیں جبکہ ابلیسی فطرت رکھنے والے عناصر اسکے مقرر کردہ خلیفہ کے بالمقابل کھڑا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے ”حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوت اعراب اور کھڑا ہونے والے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کیا گیا، وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا مگر چونکہ خدا کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے۔ جیسا ایشوع میں کتاب باب اول آیت ٦ میں حضرت ایشوع کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوت ہو اور دلاوری کر یعنی موسیٰ تو مر گیا اب تو مضبوط ہو جا یہی حکم قضا و قدر کے رنگ میں، نہ شرع رنگ میں، حضرت ابوبکر کے دل پر بھی نازل ہوا تھا۔
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۸)

پس خدا تعالیٰ خلیفہ وقت کو ایسی غیر معمولی شجاعت اور بہادری اور اسکے ساتھ ایسی فراست عطا فرماتا ہے کہ اگر ہر شخص اس کے ساتھ اطاعت کا کامل نمونہ دکھا دے تو ہی قسم کی مشکلات اور آفات و مصائب کے بادل دیکھتے ہی دیکھتے چھٹ جاتے ہیں۔ دشمن زیر ہو جاتا ہے۔ اور فرشتے آسمان سے ترقیات والی نئی زمین اور عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن شرط کامل وفا اور فرمابرداری ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ یہ باتیں محض منہ کی باتیں نہیں۔ یہ ماضی کے قصہ ہائے پارینہ نہیں، یہ اساطیر الاولین نہیں۔ آج یہ ہر احمدی کا زندہ احساس ہے، اس کے دل و دماغ اور جاگتی آنکھوں اور سنتے کانوں کی بالکل سچی گواہی ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ مبارک میں کیا ہوا۔ سارا عرب بغاوت پر آمادہ ہو گیا اندرونی طور پر زکوٰۃ سے انکار اور ارتداد کے فتنے الگ تھے اور بیرونی طور پر جھوٹی نبوت کے داویداروں اور رومی حکومت کے حملہ کا منصوبہ الگ شدید خوف کا باعث بنے ہوئے تھے۔ ان تمام امور کے ملنے سے خوف کا ایسا عالم طاری تھا جس میں کسی عام شخص کا بس چل ہی نہیں سکتا۔ لیکن خدا نے اپنے اس بندے کو ایسا کوئی قلب بخشا اور ایسی روحِ اقدام عطا فرمائی کہ آپ نے دیکھتے ہی دیکھتے ان تمام فتنوں پر پوری

طرح قابو پالیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا سکون ہوگیا کہ گویا کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا جب رومی حکومت کے حملہ دفع کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیار کردہ لشکر اسامہ کے بجھوانے کا وقت آیا تو اندرونی فتنوں کے پیش نظر آپ کو لشکر نہ بھیجنے کا مشورہ دیا گیا تا مدینہ کے اندر متوقع فتنوں کے سد باب کے لئے یہاں قوت موجود رہے تو وہ شیر دل جو خدا کے بلائے بولتا تھا بڑے جلال سے گرجا...... والذی لا الہ الا ھو لو جرت الکلاب بارجل ازواج النبی ﷺ ما رددت جیشاً وجھہ رسول اللہ ﷺ ولا حللت لواء عقدہ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۵) کہ مجھے اس ذات قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر مدینہ میں ازواج مطہرات کی لاشوں کو کتّے بھی گسیٹتے پھیریں تو پھر بھی میں اس لشکر کو جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا، روک نہیں سکتا یہی خداداد جذبہ اقدام اور جرأت تھی جس کی بدولت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے صرف اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں رومی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا آپ کے عہد خلافت میں لاکھوں مسلمان تو ہو نہیں گئے، اس وقت تو قریباً قریباً وہی مسلمان تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ لیکن خلافت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں وہ شان اور امنگ اور جرأت پیدا کردی کہ انہوں نے اپنے مقابل پر بعض اوقات دو دو ہزار گنا تعداد کے لشکر کو بری طرح شکست کھانے پر مجبور کردیا۔ چودہ سال کا سفر کرکے جب ہم آج کے اس دور کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہاں بھی یہی واقعات، یہی حالات دیکھائی دیتے ہیں۔ 1914ء میں انتہائی خوف کے عالم میں خدا کے مسیح کا خلیفہ اس کی قائم کردہ جماعت کی بھاک ڈور سنبھال لیتا ہے اور اس کا میر کارواں بن کر فوراً ہی اسے تلاطم خیز سمندر سے نکال کر ساحل سکون و اطمینان سے ہمکنار کردیتا ہے۔ اور اس بعد جب بھی خوف کی حالت پیدا ہوتے رہے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی جماعت کی ایسے رنگ میں رہنمائی کرتا رہا کہ دنیا ان کو پیروں تلے کچل ڈالنا چاہتی ہے مگر وہ آسمان کے تارے بن کر جگمگانے لگتے ہیں۔

عہد خلافت ثانیہ میں 1934ء کا سال یادگار سال ہے کہ اسی سال مجلس احرار، جماعت احمدیہ پر اس طرح حملہ آور ہوتی ہے کہ گویا اس کو بالکل نیست و نابود کرکے رکھ دے گی مگر نہ صرف یہ کہ وہ اس حملہ میں بری طرح ناکام ہوتی ہے بلکہ جماعت احمدیہ ان کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے امام کی آواز پر ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے تحریک جدید کا آغاز کرکے مثبت اقدام کرتی ہے۔ جس کی بدولت آج دنیا کے چاروں کونوں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ 1947ء کا سال تاریخ پاکستان کا پہلا سال ہے جو برصغیر کے دوسرے مسلمانوں کی طرح افرادِ جماعت احمدیہ پر بڑی مشکل اور خوف کا وقت لایا۔ اس وقت قادیان کی بستی ہر طرف سے خطرناک حد تک خوف کا مرکز بن گئی تھی مگر جو لوگ خلافت کے ساتھ وابستہ تھے، چند دنوں میں ان کا یہ خوف امن میں تبدیل ہوگیا۔ اس کے بعد 1953ء میں 1974ء، اور 1984ء میں ہونے والے جماعت کے خلاف ملک گیر فسادات بھی خلافت کی برکت سے کافور ہوئے اور آج بے شمار گواہ زندہ موجود ہیں جنہوں نے مخالفین کی طرف سے جماعت کے خلاف برپا کی ہوئی خطرناک سازشوں کو دھوئیں کی طرح غائب ہوتے دیکھا۔

الغرض فتنے اندرونی ہوں یا بیرونی، اندر سے اٹھے ہوں یا باہر سے طاری کرنے کی کوشش کی گئی ہوں ہر ابتلاء میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کے ساتھ وابستہ جماعتیں خدا کے وعدے کے بموجب اور خلافت کی برکات کے طفیل ثابت قدم رہے اور اس کی زندہ مثال جماعت احمدیہ ہے۔

خلافت کی برکت کو یاد رکھنے کا ایک طریق

خلافت ایک عظیم نعمت ہے لیکن اس کی عظمت ہم پر بہت بڑی ذمہ داریاں بھی ڈالتی ہیں اور وہ یہ کہ ہم خلافت کے قائم رکھنے کی پوری کوشش کریں اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی سے کبھی بھی اور ذرہ بھر بھی گریز نہ کریں۔ لیکن یہ تو اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک کے دل میں خلافت کا پیار اور اس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر جائے اور ہم اسے کے ایک معمولی سے ایک اشارے پر بھی اپنے تن من دھن کو قربان کردینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ محبت کیسے پیدا کی جاسکتی ہے اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"آخر میں خدام کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خلافت کی برکات کو یاد رکھیں اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لئے پرانی قوموں کا دستور ہے کہ وہ سال میں اس کے لئے خاص طور پر ایک دن مناتے ہیں۔ مثلاً شیعوں کو دیکھ لو، وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکال لیتے ہیں۔ تا قوم کو شہادت حسینؓ کا دن یاد رہے اسی طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن "خلافت ڈے" کے طور پر منایا کریں اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں اور اپنی پرانی تاریخ کو دہرایا کریں۔ اسی طرح وہ رؤیا کشوف بیان کئے جایا کریں جو وقت سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے دیکھائے اور جن کو پورا کرکے خدا تعالیٰ نے ثابت کردیا کہ اس کی برکات اب بھی خلافت کے ساتھ وابستہ ہے"

(الفضل یکم مئی ۱۹۵۷ء)

(مطبوعہ: الفضل انٹرنیشنل ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء تا ۲۷ مئی ۱۹۹۹ء)

وقفِ عارضی کیجئے

عنقریب ہندوستان کے اسکولوں اور کالجوں میں گرمیوں کی چھٹیاں ہونے والی ہیں۔ اس موقعہ پر نظارت ہٰذا، اساتذہ، لیکچرار، پروفیسر صاحبان اور طالب علموں سے موسمی تعطیلات میں کم از کم دو ہفتے اور زیادہ سے زیادہ چھ ہفتے وقف کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:-

''میں طالب علموں سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں آ رہی ہیں وہ ضرور وقف عارضی پر جائیں۔ ان کا علم بڑھے گا۔''

''اسی طرح کالجوں کے پروفیسر اور لیکچرار اسکولوں کے اساتذہ کالجوں کے سمجھدار طلباء بھی اپنی رخصتوں کے ایام میں اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لیے پیش کریں۔''

(الفضل ۱۲ر فروری ۱۹۷۷ء)

وقف عارضی کرنے والے احباب اپنی درخواستیں اپنے صدر جماعت کی تصدیق کے ساتھ نظارت ہٰذا کو بھجوائیں۔

(۲) اسی طرح نظارت ہٰذا جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے صوبائی امراء صدر صاحبان اور مبلّغین و معلّمین کرام سے گزارش کرتی ہے کہ اگر وہ کسی جگہ واقفین عارضی بھجوانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوں تو نظارت ہٰذا کو ضرور مطلع فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

(نظارت تعلیم القرآن وقفِ عارضی قادیان)

اھم فون نمبر

محترم محمد نسیم خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت
09815125032

محترم شعیب احمد صاحب نائب صدر
09815711589

محترم مبارک احمد صاحب چیمہ نائب صدر
09815280428

محترم شیراز احمد صاحب نائب صدر
044-24963300

دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت
01872-220139/222900

تبصرہ کتاب

''کلامِ درویش''

حال ہی میں قادیان سے ایک شعری مجموعہ بعنوان 'کلام درویش' شائع ہوا ہے جو مکرم چوہدری محمود احمد صاحب مبشر درویش قادیان کا مجموعہ کلام ہے۔ اس کتاب میں محترم موصوف نے نہایت سادہ اور دلکش انداز میں اپنا کلام پیش کیا ہے۔ موصوف کی زندگی میں جو بھی واقعات پیش آئے خواہ وہ خوشی کے ہوں یا غمی کے، موصوف نے ہر موقعہ پر اپنے جذبات کو نہایت خوبصورتی سے شعری رنگ میں ڈھالا ہے۔ اس کتاب میں حمد و نعت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف اور جماعتی عقائد کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شادی کے مواقع پر نظمیں، تعزیت نامے، بچوں کی نظمیں اور پنجابی منظوم کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔

ان کے مجموعہ کلام سے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں، جو قارئین کی دلچسپی کا موجب ہونگے۔

تیری حمد کیونکر ہو بیاں تیری شان جلّ جلالہٗ
کہاں یہ زبان کہاں تیری شان تیری شان جلّ جلالہٗ

فریاد کیا کروں میں اے دو جہاں کے مالک
تو خوب جانتا ہے جو دل میں آرزو ہے

مولیٰ سے گر ہے پیار تو انسان بن انسان
اللہ کا یہ کلام ہے قرآن پڑھ قرآن

چل قادیان میں جلسے کی اے دل بہار دیکھ
ہاں چل سچ پاک کا پیارا دیار دیکھ

کتاب نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔ ٹائٹل رنگین ہے اور کمپیوٹر سے کمپوزنگ کی گئی ہے اور امرتسر میں ایک بہترین پریس میں پرنٹ ہوئی ہے۔ کتاب کے ملنے کا پتہ مندرجہ ذیل ہے۔

محمود احمد مبشر اینڈ سنز
قادیان-ضلع گورداسپور، پنجاب بھارت، پن-۱۴۳۵۱۶

روحانی موتی

مراسلہ.....مکرم مولوی عطاء الرحمٰن صاحب خالد
استاذ جامعة المبشرين قاديان

۞ - تم اپنے علم پر عمل پیرا رہو کیونکہ علم بلاعمل ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔ (امام ابوحنیفہؒ)

۞ - کسی مُردے سے حسد نہ کرو کیونکہ دنیا میں سب مرنے کے لیے آئے ہیں۔ سب مُردے ہیں۔ لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔
(امام شافعیؒ)

۞ - اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تجھے میرا قُرب صرف قرآن شریف سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اعمال کی مشقتوں سے چھٹکارا کا نام اخلاص ہے اور خدا پر اعتماد توکل ہے اور تمام امور کو خدا کے سپرد کر دینے کا نام رضا ہے۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

۞ - دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت سے افطار کرو۔ بدگوئی سے احتراز کرو۔ مخلوق سے کنارہ کش رہو۔ (حضرت داؤد طائیؒ)

۞ - مصائب پر شاکر رہنے اور اُن کو منجانب اللہ تصور کرنے کا نام تسلیم ہے۔ (حارث محاسبیؒ)

۞ - وہ شخص اندھا ہے جو صنعت کو دیکھ کر مصنوع کو پہچانتا ہے اور مصنوع سے صنعت کو نہیں پہچانتا۔ خدا کا در پکڑنے والوں پر تمام در کھل جاتے ہیں اور سردار انبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے تمام سَردار فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ (ابوحفص حدّادؒ)

زہد کی چار قسمیں

(۱) توکل الی اللہ (۲) مخلوق سے بیزاری
(۳) اخلاص کا اظہار (۴) خدا کی راہ میں مصائب برداشت کرنا

صفائے قلب کے لیے یہ پانچ چیزیں ضروری ہیں

(۱) اہلِ خیر کی صحبت (۲) تلاوتِ قرآن
(۳) فاقہ کشی (۴) رات کی نماز
(۵) سحر کے وقت گریہ وزاری

(حضرت احمد بن انطا کیؒ)

سب کا فائدہ

مرسلہ: مکرم مبارک احمد صاحب حسن، قاضی جماعت احمدیہ حیدرآباد

ایک واقعہ ہے کہ شہنشاہ اکبر نے ایک روز اپنے خاص درباری بیربل سے کہا کہ ”بیربل اگر ایک بادشاہ کی بادشاہت ہمیشہ رہتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔“ بیربل نے جواب دیا کہ ”عالیجاہ! آپ نے بجا فرمایا اگر ایسا ہوتا تو آج آپ بادشاہ نہ ہوتے۔“

اکبر نے بادشاہت کو اپنی ذات سے شروع کیا اس نے سوچا کہ اگر دنیا میں یہ اُصول رائج ہو کہ ایک بادشاہ ہمیشہ باقی رہے تو اِسی طرح بادشاہ بنا رہوں گا۔ اکبر بھول گیا کہ بادشاہت کا سلسلہ تو دنیا میں اُس وقت سے ہے جب کہ وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ ایسی حالت میں اگر اکبر کا پسندیدہ اُصول دنیا میں رائج ہوتا تو اِسکی نوبت ہی نہ ہوتی کہ اکبر بادشاہ بن کر تخت پر بیٹھے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی ذات کو سامنے رکھ کر سوچتا ہے۔ وہ صرف ذاتی مفاد کے تحت اپنے گرد ایک نقشہ بنالیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اس دنیا میں وہ اکیلا نہیں ہے۔ چنانچہ بہت جلد خارجی حقیقتیں اس سے ٹکراتی ہیں اور اِس کے نقشہ کو توڑ ڈالتی ہیں۔ اُس وقت آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ذاتی مفاد بھی اِس میں تھا کہ وہ مجموعی مفاد کا لحاظ کرتا۔ اگر آپ اپنی ذات کا فائدہ سوچتے ہوں تو تب بھی آپ کو سب کا فائدہ چاہنا چاہیئے۔ سب کے فائدہ میں آپ کا اپنا فائدہ بھی ہے۔ اس دنیا میں ہر آدمی ایک اجتماعی کشتی میں سوار ہے کشتی کے بچاؤ میں اس کی اپنی ذات کا بچاؤ بھی اپنے آپ شامل ہے۔ جن لوگوں کو اِس دنیا میں کچھ مواقع ملتے ہیں اپنی ذات کے لحاظ سے اُصول اور قاعدے بنانے لگتے ہیں وہ جس طریقے میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اور جِس اصول کو رائج کرنے میں اُنکی اپنی ذات اور وقار کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اُس اصول کو رائج کرنے لگتے ہیں مگر یہ طریقہ اکثر اُلٹا پڑتا ہے کیونکہ اِس دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتا۔ مواقع اور عہدے کبھی ایک شخص کے ہاتھ میں آتے ہیں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں چلے جاتے ہیں۔ ایسی حالت محض اپنی ذات کو سامنے رکھ کر قواعد بنانا عقلمندی نہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ حالات بدلیں۔ اور جو چیز پہلے آپ کو اپنے موافق نظر آتی تھی وہ بعد کو آپ کے مخالف بن جائے۔ اپنی ذات کو مرکز بنا کر سوچنا باعتبار حقیقت نہ اپنی ذات کے لیے مفید ہے اور نہ بقیہ انسانیت کیلئے۔“

(ماخوذ از رازِ حیات)

کشف المحجوب

حضرت داتا گنج بخشؒ نے کئی کتابیں لکھی تھیں۔ ان میں سب سے مشہور کتاب کا نام ہے ''کشف المحجوب'' یہ دونوں عربی لفظ ہیں۔ کشف کے معنی ہیں کھولنا اور محجوب کا مطلب ہے وہ چیز جو پردے میں ہو۔ تو کشف المحجوب کا مطلب ہوا، چھپی ہوئی چیز کا ظاہر ہونا۔ جس میں انہوں نے ان باتوں ذکر کیا ہے جو عام لوگوں کو معلوم نہیں۔ جب تک علم وسیع نہ ہوا نہیں سمجھنا بہت مشکل ہے۔ تصوف سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اس سے قریب ہونے کا علم۔ صوفی وہ شخص ہے جو تصوف کو عملی صورت میں لائے۔ صوفی دنیاداری نہیں کرتا۔ اس کا فقط ایک ہی کام ہوتا ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہنا۔ ''کشف المحجوب میں صوفیوں کا ذکر اور صوفیوں کی باتیں ہیں۔ یہ کتاب اس قدر اعلیٰ درجے کی ہے کہ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ چھپ چکا ہے۔ حضرت داتا صاحب نے اسے فارسی زبان میں بھی لکھا تھا۔ (بازغہ انیس فاروقی)

سنہری باتیں

- خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔
- سچا دوست اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان خود کسی کا اچھا دوست ہو۔
- دوست کا اپنے حال سے اتنا ہی واقف کرو کہ اگر دشمن بن جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے۔
- جو اپنے دوست کو برے کاموں سے باز نہیں رکھتا وہ دوستی کے قابل نہیں۔
- تحفہ پیش کرنے کا انداز تحفے دینے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔
- نیزے کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا۔
- خوش کلامی ایسا پھول ہے جو کبھی مرجھاتا نہیں۔
- ستارے آسمان کی اور تعلیم یافتہ انسان زمین کی زینت ہیں۔
- زندگی ایک ایسا ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔
- سادگی ایمان کی علامت ہے۔
- سب سے بہتر لقمہ وہ ہوتا ہے جو اپنی محنت سے حاصل کیا جاتا ہے۔
- جہاں بات کرنے کا موقع نہ ہو وہاں خاموش رہنا سب سے بڑی صفت ہے۔
- کمزور انسان موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن باہمت انسان خود موقع پیدا کرتے ہیں۔
- نادان بھی اس نتیجے پر پہنچتا ہے جس پر دانا پہنچتا ہے۔ مگر بڑی خرابی کے بعد۔
- طمع ایک ایسی بھوک ہے جس کا پیٹ کسی فیاضی سے نہیں بھرتا۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مکرم مولوی شبیّر احمد صاحب یعقوب مبلّغ سلسلہ عالیہ جڑچرلہ کو مورخہ ۱۶ را پریل کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت نومولودہ کا نام ''غزالہ'' تجویز فرمایا ہے۔ بچی تحریک وقفِ نو میں بھی شامل ہے۔

بچی مکرم محمد لعل صاحب آف کاٹرا پلی کی پوتی اور مکرم محمد خواجہ صاحب آف ملّم پلی کی نواسی ہے۔

جملہ قارئین مشکوٰۃ سے نومولودہ کی صحت وسلامتی، درازیٔ عمر، نیک صالح خادمۂ دین بننے کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

ضروری اعلان

جملہ قارئین مشکوٰۃ کی خدمت میں اعلان ہے کہ

- جملہ مضامین، رپورتاژ وتصاویر ودیگر قابل اشاعت مواد ایڈیٹر مشکوٰۃ کے نام ارسال کریں اور ہر قسم کے انتظامی نوعیت کے خطوط یا بدلِ اشتراک، تبدیلی پتہ وغیرہ کے متعلق خطوط مینیجر مشکوٰۃ کے نام تحریر کیا کریں۔
- مشکوٰۃ میں جو حضرات بغرض اشاعت تصاویر وغیرہ بھجواتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ تصویر کی پُشت پر مختصر تعارف معین تاریخ کے ساتھ Ball-point یا Permanent سیاہی والے قلم سے ضرور درج کریں۔ غیر معروف اور نادر اسماء خوش خط قلم سے لکھے جائیں اور ایسے اسماء انگریزی میں بھی لکھے جائیں۔
- اہلِ قلم دوست اپنے مضامین، نگارشات، آراء یا تصاویر وغیرہ مندرجہ ذیل ای میل پتہ پر بھی بھیج سکتے ہیں

mishkat_qadian@yahoo.com

(ادارہ)

رسالہ مشکوٰۃ کو قلمی تعاون کی ضرورت ہے۔ اہلِ علم حضرات اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ (ایڈیٹر مشکوٰۃ)

رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

(حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ)

اسلام کی بنیادی تعلیم

توحید الٰہی

مرتبہ: مکرم نصرت جہاں صاحب شفقت، یاری پورہ کشمیر

اسلام کی بنیادی تعلیم عقیدۂ وحدانیت یعنی توحید الٰہی پر مبنی ہے۔ توحید الٰہی کے معنی ہیں باوجود غیر متناہیطا قتوں کے اللہ تعالیٰ واحد و لاشریک ہے۔ اس کے نہ والدین ہیں اور نہ کوئی رشتہ دار۔ اس کے نہ کوئی وزیر ہیں اور نہ مُشیر اور اس کے برار کوئی نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں اور وہ تمام کائنات کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: الحمد للہ ربّ العلیمین الرحمن الرحیم ملٰک یوم الدین.

”اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد کرم کرنے والا بار بار رحم کرنے والا ہے، تمام تعریفوں کا مستحق ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ (سورۂ فاتحہ: ۱-۴)

قل ھو اللّٰہ احد. اللّٰہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد (سورۃ الاخلاص)

”اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اللہ وہ ہستی ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جَنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے۔ اور اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

ہر مذہب کا اصول ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت ہوئی پیغمبروں کو ہماری رہنمائی کے لئے بھیجا۔ یہ ظاہر ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں دین کی راہ دکھائی اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارہ میں آگاہ کیا۔ اصولی اور بنیادی تعلیم جو انسان کو دی گئی وہ توحید الٰہی کی تھی یعنی اللہ کے متعلق تھی جو رحیم و کریم ہے اور ساری کائنات کا بنانے والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ واحد ہے ہم اس تک اس کی صفات کو اختیار کر کے ہی پہنچ سکتے ہیں۔ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرے اور اسی کی محبت میں مشغول رہے۔ جب اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والا اس کی بنائی ہوئی خوبصورت کائنات کی طرف دیکھتا ہے تو وہ حیران ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ اس کی بنائی ہوئی کائنات سے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تئیں انسان کا پیار اور زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے جب وہ روحانی طور پر سچے دل سے اس کی عبادت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ نیک راہ دکھاتا ہے۔ لیکن پھر بھی بہت سے ایسے ہیں جو خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور خودساختہ دیوی اور دیوتاؤں کو اپنے معبود بنائے ہوئے ہیں۔

موجودہ دور میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں یہ رواج ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بجائے انسانوں کو خدا مان کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ جیسے عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ کی اور ہندوؤں میں حضرت کرشن کی اور بدھ مذہب میں گوتم بدھ کی عبادت کرتے ہیں جو کہ سنگین گناہ ہے۔ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے جن کو خدا کو درجہ کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگ جو کھلم کھلا شرک میں مبتلا ہوتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہو کر دوسروں کی گمراہی کا بھی سبب بنتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اس غلط تعلیم کا ان پر بہت ہی بُرا اثر پڑتا ہے۔

اسلام سے قبل جتنے بھی مذاہب گزرے ہیں سب نے توحید کی تعلیم دی مگر ان میں مبعوث ہونے والے انبیاء اور ان کو دی جانے والی تعلیمات زمان اور مکان کے لحاظ سے محدود تھیں۔ آخر کار مذہب کا ارتقاء اس کے عروج پر پہنچا اور آفاقی مذہب اسلام نمودار ہوا۔ تب سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور کامل و مکمل کتاب قرآن مجید کا نزول ہوا۔ یہ کامل کتاب توحید الٰہی کے درس کو بھی کمال تک پہنچاتی ہے۔ اسی پاک کتاب سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طاقتوں اور قدرتوں کا اندازہ ہوتا ہے اس کی صفات کا عرفان حاصل ہوتا ہے جو اور کسی کتاب سے ہم نہیں سیکھ سکتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی سو سے زائد صفات کا تذکرہ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی صرف یہی صفات ہیں بلکہ اس کی صفات کا اندازہ اور شمار انسان نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہی

ہے وہ اور وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے اور ساری کائنات اسکے حکم سے چلتی ہے۔ انسان کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پوری طرح سمجھ لے۔ اللہ کے نزدیک پہنچنے کا سب سے اچھا رستہ یہی ہے کہ اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی بات کی تاکید فرمائی ہے۔

دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہب کی تعلیم بھی ہونی بے حد ضروری ہے۔ حقیقی طور پر دنیا میں بھی صرف وہی ترقی کر سکتا ہے جو اللہ کا نیک بندہ ہو اور اس کو ماننے والا ہو اور ہمیشہ سچائی اور اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے والا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے والا ہوتا ہے اور اسکے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے والا ہوتا ہے اور اسی کی عبادت کرتا ہے دنیا میں وہی انسان خوشحال اور کامیاب رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ قائم رہے گی اور یہ سفر ایک نہ ختم ہونے والا سفر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حقیقی توحید کے قیام کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں مختلف رنگ میں اس مضمون کی وضاحت فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلّیات الگ الگ ہیں۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۱۰، ۱۱)

اسی طرح فرمایا:

’’اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدأ ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر اک شیء کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال کا اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں۔ اور اس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔ اور تمام روح اور ان کی طاقتیں اور تمام ذرّات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں۔ اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے۔ اسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔

وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان اُمور کے جو اس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔‘‘ (رسالہ الوصیة صفحہ ۱۱ تا ۱۳)

آخر پر قرآن مجید کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں جس میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کامل کو نہایت ہی خوبصورت اور جامع انداز میں پیش فرمایا۔

"قَالُو اتَّخَذَ اللّٰہُ ولدًا سبحانہٗ ھو الغنیُّ لہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض"

یعنی انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ نے بھی اپنے لئے اولاد اختیار کی ہے وہ اس بات سے پاک ہے۔ وہ نہایت ہی بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں پایا جاتا ہے اور جو کچھ زمین میں موجود ہے سب اسی کا ہے۔ (یونس:۶۹)

"لا تُدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر"

نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نظروں تک پہنچتا ہے وہ مہربانی کرنے والا حقیقت پر آگاہ ہے۔ (الانعام:۱۰۴)

"یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علیٰ اللّٰہِ الّا الحقّ انّما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہِ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم و روحٌ منہ فاٰمنوا باللّٰہ و رُسُلہ ولا تقُولوا ثلاثۃ انتھوا خیر لکم انّما اللّٰہُ الٰہٌ واحدٌ سبحانہ ان یکون لہ ولد لہٗ ما فی السَّمٰوٰت والارض و کفیٰ باللّٰہ وکیلاً"

اے اہل کتاب تم اپنے دین کے معاملہ میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے متعلق سچی بات کے سوا کچھ نہ کہا کرو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا صرف ایک رسول اور اس کی ایک بشارت تھی جو اسنے مریم پر نازل کی تھی اور اس کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اس لئے تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ اس امر سے باز آجاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے اور اس بات سے پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور اللہ کی حفاظت کے بعد اور کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ (النساء:۱۷۲)

ما کان اللّٰہُ اَنْ یتّخذَ مِنْ ولدٍ سبحانہ اذا قضیٰ امرًا فانّما یقول لہ کُن فیکون واِنَّ اللّٰہَ ربّی و ربّکم فاعبدوہ هذا صراط مستقیم

خدا کی شان کے یہ خلاف ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے۔ وہ اس بات سے پاک ہے وہ جب بھی کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ایسا ہوتا جائے تو ویسا ہی ہونے لگتا ہے۔ (پھر اسے مدد کے لئے بیٹا بنانے کی کیا ضرورت ہے) اور اللہ میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ہے۔ اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ (مریم:۳۷)

ھو اللّٰہُ الّذی لا الٰہ الّا ھو عالمُ الغیب والشھادۃِ ھو الرحمنُ الرحیم. ھو اللّٰہُ الّذی لا الٰہ الّا ھو الملکُ القدّوسُ السَّلام المؤمنُ المُھَیمِنُ العزیزُ الجبّارُ المُتکبّرُ سُبحانَ اللّٰہِ عَمّا یُشرکون ھو اللّٰہُ الخالقُ البارئُ المُصَوِّرُ لہ الاَسماءُ الحُسنیٰ یُسَبِّحُ لَہٗ مَافِی السّمٰوٰتِ والارضِ وھو العزیزُ الحکیمُ

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ غائب اور حاضر کو جانتا ہے۔ وہی بے انتہاء کرم کرنے والا خدا ہے اور وہی بار بار رحم کرنے والا خدا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، خود پاک ہے اور دوسروں کو پاک کرتا ہے، خود ہر عیب سے سلامت ہے اور دوسروں کو سلامت رکھتا ہے، سب کو امن دینے والا ہے اور سب کا نگران ہے غالب ہے اور سب ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے، بڑی شان والا ہے۔ جن چیزوں کو یہ لوگ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے۔ (حق یہی ہے کہ) اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا مُوجد بھی ہے اور ہر چیز کو اس کے مناسب حال صورت دینے والا ہے۔ اس کی بہت سی اچھی صفات ہیں آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (الحشر:۲۵تا۲۳)

پس اسلام کی بنیادی تعلیم توحید الٰہی ہے۔ جب تک انسان صحیح معنوں میں موحّد نہیں بنتا وہ غیر اللہ کے چنگل سے نجات نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے کہ ؎

"چھو کے دامن تیرا ہر دام سے ملتی ہے نجات"

پس اللہ تعالیٰ کے دامن سے چمٹ جائیں تمام داموں سے نجات حاصل ہوگی۔

اخبارِ مجالس

جلسہ یومِ مسیح موعودؑ

مورخہ ۲۰/مارچ کو مکرم راج محمد صاحب صدر جماعت ملّم پلّی کی صدارت میں یہاں جلسہ یومِ مسیح موعودؑ منعقد ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم مولوی عبدالستار صاحب سبحانی نے اِمام مہدی علیہ السلام کی بعثت کی غرض کے عنوان پر اور خاکسار نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بدرسومات کے خلاف جدّ و جہد کے عنوان پر تقاریر کیں۔ آخر میں محترم صدر اجلاس نے جماعت احمدیہ اور اس کی برکات کے موضوع پر صدارتی خطاب کیا۔ بعد دعا یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(خاکسار شیخ نذیر الدین سرکل انچارج کریم نگر)

جلسہ ہائے یومِ مصلح موعودؓ

۞-مکرم شیخ نذیر الدین صاحب سرکل انچارج کریم نگر ملّم پلّی تحریر کرتے ہیں کہ مورخہ ۲۰/فروری کو ملّم پلّی میں مکرم راج محمد صاحب صدر جماعت کی صدارت میں تلاوت ونظم کے ساتھ جلسہ مصلح موعودؓ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے محترم صدر اجلاس نے جماعت احمدیہ کی خدمات کے عنوان پر اور پھر خاکسار نے سیرت حضرت مصلح موعودؓ کے عنوان پر تقریر کی۔ دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اجلاس میں ۱۴۰ مرد وزن نے شرکت کی۔

۞-مکرم یعقوب پاشا صاحب معلم سلسلہ گوروالیلّی تحریر کرتے ہیں کہ مورخہ ۲۴/مارچ کو بعد نماز مغرب وعشاء گوروالیلّی میں مکرم کریم صاحب صدر جماعت کی صدارت میں جلسہ یومِ مصلح موعودؓ منعقد ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد خاکسار نے اور مکرم مولوی نذیر الدین صاحب سرکل ملّم پلّی نے سیرت حضرت مصلح موعودؓ کے عنوان پر تقاریر کیں۔ صدارتی خطاب کے ساتھ بعد دعا یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

۞-محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ حیدرآباد تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۲۹/فروری ۲۰۰۴ء کو بروز اتوار لجنہ اماء اللہ وناصرات الاحمدیہ حیدرآباد نے محترمہ حضرت سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ کی زیر صدارت جلسہ یومِ مصلح موعودؓ کا انعقاد کیا۔ تلاوت ونظم کے علاوہ متن پیشگوئی مصلح موعود سنائی گئی۔ اس جلسہ میں تین تقاریر ہوئیں اور بعد صدارتی خطاب و دعا اختتام پذیر ہوا۔ اس جلسہ میں ۲۰۰ لجنہ وناصرات نے شرکت کی۔

۞-محترمہ امۃ الہادی صاحب غزالہ صاحبہ سیکریٹری لجنہ اماء اللہ اطلاع دیتی ہیں کہ مورخہ ۲۲/فروری کو لجنہ وناصرات الاحمدیہ تیماپور نے جلسہ یومِ مصلح موعودؓ کا انعقاد کیا۔ جس میں تلاوت قرآنِ کریم اور نظم کے علاوہ تین تقاریر ہوئیں۔ بعد دعا یہ جلسہ برخواست ہوا۔

(مرسلہ: محترمہ بشریٰ چیمہ صاحبہ جنرل سیکریٹری لجنہ اماء اللہ بھارت)

ششماہی رپورٹ کارگزاری

-لجنات اماء اللہ بھارت اگست ۲۰۰۳ء تا مارچ ۲۰۰۴ء-

لجنہ اماء اللہ وناصرات الاحمدیہ کانپور

محترمہ یاسمین خلیل صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ کانپور تحریر کرتی ہیں کہ لجنہ وناصرات الاحمدیہ کانپور نے مورخہ ۲۰/اکتوبر اور ۱۸/جنوری کو جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا۔ اسی طرح مورخہ ۲۹/جون ۰۳ء کو لجنہ وناصرات نے جلسہ یومِ امّہات کا انعقاد کیا۔

لجنہ اماء اللہ کوبمبی

محترمہ حشمت سلطانہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ امسال کوبمبی کی ۳ لجنات نے عیدالفطر نومبایعین کے ساتھ ادا کی۔ لہٰذا خدام وانصار اور لجنہ کا قافلہ سونگھڑہ سے سانترائے پور کے لیے روانہ ہوا اور مقامی نومبایعین احباب کے ساتھ نماز عیدالفطر ادا کی۔ اس موقعہ پر غیر مسلم احباب نے بھی ہمارا استقبال کیا۔ خطبہ عید اڑیہ زبان میں دیا گیا۔ اس موقعہ پر لجنہ کی ممبرات نے نومبایعات کو عید کی مبارکبادی اور نماز اور قرآن کریم پڑھنے کی نصائح کیں۔

لجنہ اماء اللہ کوبمبی نے مورخہ ۳/اگست کو ماہانہ اجلاس، مورخہ ۱۸/اگست کو تربیتی اجلاس اور ۳۰/اگست کو جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا انعقاد کیا۔

محترمہ سیّدہ شاہدہ پروین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۳۱/اگست کو جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کیا گیا۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد چار تقاریر ہوئیں۔ بعد دعا یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

لجنہ اماء اللہ قادیان

محترمہ زکیہ بشیر الدین صاحب صدر لجنہ اماء اللہ قادیان تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۲۱/اکتوبر کو لجنہ اماء اللہ قادیان کی طرف سے جلسہ تحریک جدید کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں محترم مولوی محمد حمید صاحب کوثر نے تحریک جدید کی اہمیت وبرکات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

مورخہ ۱۷/اگست کو لجنہ قادیان کے زیر اہتمام جلسہ ہفتہ قرآن کریم منعقد کیا گیا۔ جس میں تلاوت ونظم کے علاوہ دو تقاریر پیش کی گئیں۔ بعد اختتامی خطاب و دعا یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ وناصرات الاحمدیہ بنگلور

محترمہ راشدہ حشمت صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ بنگلور تحریر کرتی

ہیں کہ مورخہ ۵/اکتوبر کو لوکل اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔جس کا آغاز تلاوتِ قرآن اور نظم کے ساتھ ہوا اور تربیتِ اولاد کے عنوان پر تقریر ہوئی۔ بعد ازاں مختلف علمی مقابلہ جات کروائے گئے جسمیں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی ممبرات کو آخر میں انعامات سے نوازا گیا۔اختتامی خطاب اور دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

مورخہ ۲۰/جولائی کو جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کیا گیا۔جس میں تلاوت ونظم کے علاوہ ۵ تقاریر ہوئیں۔

سالانہ اجتماع لجنہ اماءاللہ کوئمبٹور

محترمہ ایم حلیمہ بی بی صاحبہ صدر لجنہ کوئمبٹور تحریر کرتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کوئمبٹور نے اپنا پہلا مقامی اجتماع ۱۰/اگست کو منعقد کیا۔تلاوت ونظم کے بعد محترم صدر جماعت کوئمبٹور کی تقریر ہوئی۔بعدازاں محترمہ انیتا شیراز صاحبہ صوبائی صدر لجنہ اماء اللہ تامل ناڈو نے ایم ٹی اے کی برکات و افادیت کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ازاں بعد مختلف علمی مقابلہ جات کا انعقاد عمل میں آیا۔بفضلہ تعالیٰ یہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

سالانہ اجتماع لجنہ وناصرات الاحمدیہ بھونیشور

محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ جنرل سیکریٹری لجنہ بھونیشور تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۷/ستمبر ۲۰۰۳ء کو لجنہ و ناصرات نے سالانہ لوکل اجتماع منعقد ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا مستورات سے خطاب برموقعہ جلسہ سالانہ یو.کے. پڑھ کر سنایا گیا۔

اس کے بعد مختلف مقابلہ جات کروائے گئے۔بعد اختتامی خطاب و دعا یہ اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

لجنہ اماءاللہ شنکرن کوول

محترمہ رقیہ رحمت صاحبہ صدر لجنہ شنکرن کوول تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۱۴/جون کو لجنہ شنکرن کوول نے جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ۲۷/جون کو جلسہ یومِ خلافت منعقد ہوا۔ان دونوں اجلاسات میں کل ۸ تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماءاللہ دہلی

محترمہ راشدہ نصیر صاحبہ جنرل سیکریٹری لجنہ دہلی تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۳۱/اگست کو لجنہ دہلی نے جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا۔جس میں تلاوت اور نعت کے علاوہ سیرۃ النبیؐ کے عنوان پر ۴ تقاریر ہوئیں۔بعد دعا شیرینی بھی تقسیم کی گئی۔اسی طرح ہفتہ قرآن کریم کا بھی انعقاد کیا گیا۔جس میں ۸ نومبائع ممبرات کے علاوہ ۵ غیراز جماعت خواتین نے بھی شرکت کی۔اس موقعہ پر ایک خاتون بیعت کرکے جماعت میں بھی شامل ہوئیں۔

لجنہ اماءاللہ بھدرواہ

محترمہ عابدہ سلطانہ صاحبہ صدر لجنہ اماءاللہ بھدرواہ تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۲۲/اگست کو لجنہ بھدرواہ نے جلسہ یومِ امہات منعقد کیا۔

ناصرات الاحمدیہ ولجنہ اماءاللہ دیودرگ

محترمہ زکیہ ربانی صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۲۸-۲۹/اگست کو لجنہ اماءاللہ دیودرگ نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کیا۔تلاوت قرآن کریم ونظم کے بعد لجنہ وناصرات نے تقاریر کیں۔

ناصرات الاحمدیہ ولجنہ اماءاللہ شموگہ

محترمہ فوزیہ مبینہ صاحبہ جنرل سیکریٹری لجنہ شموگہ تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۳۱/جولائی کو لجنہ شموگہ نے ہفتہ قرآن کریم کا انعقاد کیا۔تلاوت، عہد اور نظم کے بعد چار تقاریر ہوئیں جس میں قرآن کریم کی فضیلت اور برکات پر روشنی ڈالی گئی۔نیز ایک ہفتہ تک حلقہ وار اجلاسات منعقد ہوئے جس میں ممبرات کو قرآنِ کریم کا صحیح تلفظ سکھایا گیا۔

ناصرات الاحمدیہ ولجنہ اماءاللہ سکندرآباد

محترمہ زبیدہ کلیم صاحبہ جنرل سیکریٹری لجنہ اماءاللہ سکندرآباد تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۳/اگست کو لجنہ وناصرات سکندرآباد نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کیا جس میں تلاوت ونظم کے علاوہ ۷ تقاریر ہوئیں۔ بعد دعا اجلاس ختم ہونے پر شیرینی بھی تقسیم کی گئی۔

لجنہ اماءاللہ میلا پالیم

محترمہ رفیعہ ناصر صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ میلا پالیم تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۲۰/جولائی کو لجنہ اماءاللہ نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا۔جس میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔

ناصرات الاحمدیہ ولجنہ اماءاللہ ساگر

محترمہ افضل النساء صاحبہ صدر لجنہ ساگر تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۱۸ تا ۲۵/جولائی کو لجنہ وناصرات ساگر کی طرف سے ہفتہ قرآن کریم منایا گیا۔ مورخہ ۲۵ جولائی کو اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس میں فضیلتِ قرآن کے عنوان پر تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماءاللہ پنکال

محترمہ نعیمہ بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماءاللہ پنکال تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۱۸ تا ۲۵/جولائی ۲۰۰۳ء کو لجنہ پنکال نے ہفتہ قرآن کریم منعقد کیا۔جس میں تلاوت اور نظموں کے علاوہ قرآنِ کریم کی فضیلت اور برکات پر تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماء اللہ کیرنگ

محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ تحریر کرتی ہیں کہ لجنہ کیرنگ نے اپنا ہفتہ قرآن کریم پوری شان و شوکت سے منعقد کیا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے علاوہ تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماء اللہ جے پور

محترمہ فوزیہ شریف صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ جے پور تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۱؍جون ۲۰۰۳ء کو لجنہ جے پور نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا جس میں تلاوت و نظم کے علاوہ ۵ تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماء اللہ شاہ آباد

محترمہ ارجمند مقتدر صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ شاہ آباد تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۶؍جولائی ۲۰۰۳ء کو لجنہ شاہ آباد نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا۔ تلاوت قرآن اور نعت کے علاوہ ۲ تقاریر ہوئیں۔

مورخہ ۱۴؍جولائی کو جلسہ یوم خلافت بھی منعقد کیا گیا۔

ناصرات الاحمدیہ و لجنہ اماء اللہ حیدر آباد

محترمہ مریم عظیم صاحبہ صدر لجنہ حیدرآباد تحریر کرتی ہیں کہ لجنہ و ناصرات حیدرآباد نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا۔ تلاوت قرآنِ کریم کے علاوہ ۴ نعتیں اور ۵ تقاریر پیش کی گئیں۔ نماز ظہر و عصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد شیرینی تقسیم کی گئی۔

ناصرات الاحمدیہ و لجنہ اماء اللہ بھدرک

محترمہ صالحہ خاتون صاحبہ صدر لجنہ بھدرک تحریر کرتی ہیں کہ ۱۷؍مئی ۲۰۰۳ء، ۲۵؍مئی ۲۰۰۳ء اور ۲۷؍مئی ۲۰۰۳ء کو لجنہ و ناصرات بھدرک نے جلسہ یومِ خلافت، جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور جلسہ یوم امہات منعقد کیا گیا۔ جس میں تلاوت قرآنِ کریم، عہد اور نظموں کے علاوہ تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماء اللہ سری نگر

محترمہ امۃ الرّفیق صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۲۹؍جون ۲۰۰۳ء کو جلسہ سیرۃ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔

لجنہ اماء اللہ برہ پور

محترمہ امۃ الکریم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ برہ پورہ تحریر کرتی ہیں کہ مورخہ ۱۵؍فروری کو بعد نماز ظہر لجنہ برہ پورہ نے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔ جس میں تلاوت قرآنِ کریم کے بعد دو نظمیں اور ۴ تقاریر کی گئیں۔

وصایا

منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی دوست کو کسی جہت بھی سے اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر مطلع فرمائیں۔

(سیکریٹری بہشتی مقبرہ)

وصیت نمبر 15272

میں اظہر احمد خادم ولد ظہیر احمد خادم قوم احمدی پیشہ ملازمت صدر انجمن احمدیہ قادیان عمر 23 سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب میں آج مورخہ 5/11/03 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

خاکسار کی اسوقت کوئی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد نہیں ہے اس وقت خاکسار صرف صدر انجمن احمدیہ کا ملازم ہے اور ماہانہ مبلغ -/2650 روپے ملتے ہیں اسکے علاوہ خاکسار کی کوئی زائد آمد نہیں ہے۔ اگر کبھی کوئی زائد آمد ہوئی تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرنے کا پابند ہوں گا۔ میری آمد ماہانہ -/2650 روپے ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
محمد انوار احمد	اظہر احمد خادم	قریشی انعام الحق

وصیت نمبر 13940

میں عبدالمالک ملکانہ ولد مکرم عبدالرحیم صاحب ملکانہ مرحوم قوم راجپوت پیشہ طالب علم عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور پنجاب آج بتاریخ ۷۴-۱-۱ وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات کے بعد میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اس وقت میری کوئی بھی جائیداد غیر منقولہ نہیں ہے۔ البتہ مجھے کچھ رقم میرے والد مرحوم کے ترکہ میں ملی ہے وہ مبلغ

۹۹-۱۷ روپے ہیں میں اس کے ۱/۱۰ کی وصیت کرتا ہوں۔ میں اِس وقت تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ میرا کوئی ذریعہ آمد نہیں ہے۔ جب بھی کوئی ذریعہ آمد ہوگا اِس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہونگا۔ اور آئندہ جو بھی میری جائیداد ہوگی۔ اِس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔

گواہ شد — غلام نبی کارکن دفتر
العبد — عبدالمالک ملکانہ
گواہ شد — محمد نعمان کارکن دفتر

وصیت نمبر 15263

میں امۃ الہادی خلّت زوجہ محترم محمد ارشد صاحب قوم احمدی پیشہ خانہ داری عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن محلّہ احمدیہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۰۳-۴-۱ حسبِ ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ اس وقت میری درج ذیل منقولہ جائیداد ہے۔

زیور طلائی (۱) سیٹ ایک عدد وزن 20.020 گرام
(۲) ایک جوڑی کانٹے 17.800 گرام
(۳) کڑا ایک عدد وزن 10.050 گرام
(۴) انگوٹھیاں ۶ عدد 17.680 گرام
(۵) انگوٹھی ایک عدد ۱۴ کیرٹ 4.040 گرام
(۶) ایک جوڑی ٹاپس 6.700 گرام
(۷) لاکٹ ایک عدد 2.500 گرام
(۸) کوکا 0.300 گرام
کل وزن طلائی زیور 79.090 گرام قیمت 41126-80 روپے
اندازاً زیور نقرئی (۱) سیٹ ۳ عدد وزن ۹۰ گرام
(۲) پازیب ایک عدد ۸۰ گرام
(۳) بریسلیٹ ایک عدد ۶۰ گرام
(۴) بالی کان کی ایک عدد 08 گرام
(۵) ہار ایک عدد ۳۵ گرام
کل وزن ۲۷۳ گرام قیمت -/2047 اندازاً۔
حق مہر ۲۰ ہزار روپے بذمہ خاوند ہیں۔

اس وقت میری کوئی ذاتی آمد نہیں ہے ماہانہ خورونوش پر حصہ آمد ادا کرتی رہوں گی اس وقت ماہانہ -/۳۰۰ روپے ہر حصہ آمد ادا کرتی رہوں گی۔ نیز آئندہ اگر کوئی آمد یا جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دوں گی اور اُس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ العمل ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

گواہ شد — محمد ارشد
العبد — محمد انور احمد
گواہ شد — امۃ الہادی خلّت

وصیت نمبر 15273

مَیں داؤد احمد ناصر ولد محترم ناصر احمد صاحب فوجی قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ننگل باغبان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواش بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۰۴-۱-۱۵ وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

(۱) ننگل میں رہائشی مکان ہے۔ زمین والد صاحب نے دی ہے۔ مکان خاکسار نے بنایا ہے۔ اندازاً دو مرلہ زمین ہے۔ اس کا خسرہ نمبر نہیں ہے۔ شاملات زمین ہے۔ میرا گزارہ آمد از جائیداد- ملازمت- تجارت- خورد نوش (جیب خرچ) ماہانہ -/۳۰۳۴ روپے ہے۔ ملازمت صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام ۱/۱۶ اور ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد — محمد انور احمد
العبد — داؤد احمد ناصر
گواہ شد — مظفر احمد ناصر

وصیت نمبر 15274

میں رحیمہ خاتون زوجہ محترم داؤد احمد صاحب ناصر قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ننگل باغبان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۰۴-۱-۱۵ وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی

تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئیہے۔ زمین ۵ مرلہ ننگل باغبانہ خسرہ نمبر 6R-2-9/1 از طرف والد صاحب قیمت 40,000/-

حق مہر-/10000 روپے بذمہ خاوند

(۱) زیوطلائی ایک عدد سیٹ 29.720 گرام 23 کیریٹ	14980-00
(۲) انگوٹھی الیس اللہ ایک عدد 3.810 گرام 23 کیریٹ	1920-00
(۳) ایک جوڑی بالی 3.130 گرام	1380-00
(۴) ناک کا کوکا 0.370 گرام	160-00
میزان	18440-00

زیورات نقرئی

(۱) چابی کا گچھا 26.540 گرام	110-00
(۲) ایک چاندی کا سیٹ 26.750 گرام	180-00
(۳) پازیب ایک جوڑی 33.970 گرام	135-00
(۴) بالی ایک جوڑی 3.400 گرام	24-00
(۵) انگوٹھی ایک عدد 1.800 گرام	15-00
میزان	464-00

میرا گزارہ آمد از جائیداد-ملازمت-تجارت-خورونوش (جیب خرچ) ماہانہ-/300 روپے ہے۔

میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام ۱/۱۶ اور ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
داؤد احمد ناصر	رحیمہ خاتون	محمد انور احمد

وصیت نمبر 15275

میں سید اعجاز احمد آفتاب ولد محترم ڈاکٹر سید سعید احمد صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ننگل ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ۔ آج مورخہ ۰۴-۱-۱۷ وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ منقولہ وغیر منقولہ کوئی جائیداد نہیں ہے۔ والدین حیات ہیں۔

میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ-/2909 روپے ہے۔

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام ۱/۱۶ اور ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
محمد احمد انور	سید اعجاز احمد آفتاب	داؤد احمد ناصر

وصیت نمبر 15276

مَیں نصرت جہاں یاسمین زوجہ محترم سید اعجاز احمد صاحب آفتاب قوم سید پیشہ خانہ داری عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ننگل ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ۔ آج مورخہ ۰۴-۱-۱۷ وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ جائیداد منقولہ (۱) حق مہر-/25000 روپے بذمہ خاوند۔

زیور طلائی

(۱) کنگن ۴ عدد	29.900 گرام۔
(۲) ہار دو عدد	38.000 گرام
(۳) چین ایک عدد	4.500 گرام
(۴) انگوٹھی ایک عدد	4.000 گرام
(۵) بالیاں جوڑی	13.000 گرام
(۶) ٹیکہ ایک عدد-کوکا ۲ عدد	5.000 گرام
کل وزن 104-400 گرام	**کل قیمت اندازاً** -/62640

زیورات نقرئی

(۱) نقرئی سیٹ ایک عدد 7 تولے

(۲) پازیب دو جوڑی 1/2 6 تولے

(۳) انگوٹھی ۴ عدد ایک تولہ

(۴) چین لاکٹ ایک عدد ایک تولہ

کل وزن 155 گرام	**کل قیمت اندازاً** -/1240

میرا گزارہ آمد از جائیداد خورونوش (جیب خرچ) ماہانہ -/400

روپے ہے۔

مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام ۱/۱۶ اور ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
محمد انور احمد	نصرت جہاں یاسمین	سید اعجاز احمد آفتاب

وصیت نمبر 15277

میں صابرہ بیگم زوجہ مکرم محمد یٰسین شریف صاحب مرحوم قوم احمدی پیشہ خانہ داری عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن سکندر آباد ڈاکخانہ سکندر آباد ضلع سکندر آباد صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹ ردسمبر ۱۹۹۷ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

مَیں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔

ایک عدد پلاٹ نزد ائیرپورٹ رسول پورہ سکندر آباد ۳۵ گز قیمت اندازاً 20000-00

ہار طلائی وزن 12.500 قیمت اندازاً 5000-00

ٹاپس ایک جوڑی طلائی 4.000 قیمت اندازاً 1600-00

میری اس وقت کوئی آمد نہیں ہے۔ لیکن اپنے رہن سہن کے مطابق مبلغ -/۴۰۰ روپے ماہوار پر مبلغ -/۴۰ روپے ماہوار چندہ حصہ آمد تازیست ادا کرتی رہوں گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ العمل ہوگی۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
وحید الدین شمس	صابرہ بیگم	حافظ مظہر احمد طاہر

وصیت نمبر 15278

میں محمد صادق ولد جمال الدین صاحب مرحوم قوم بھٹی مسلمان پیشہ زمینداری عمر ۶۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن چارکوٹ ڈاکخانہ دھری ریلوٹ ضلع راجوری صوبہ جموں وکشمیر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶-۲-۰۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد و منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

(۱) زمین کل ۱۸ کنال میرے نام ہے جس میں سے ۹ کنال میں نے اپنی بیوی کو دی ہوئی ہے۔ اندازاً موجودہ قیمت ۹ کنال زمین -/45000 ہے۔ (۲) گھر کی آمدنی سالانہ -/10000 ہے۔

زمین کا خسرہ نمبر درج ذیل ہے نمبر 549

میرا گذارہ آمداز جائیداد ملازمت، تجارت، خورونوش (جیب خرچ) ماہانہ/سالانہ -/10,000 ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
مبارک احمد شاد معلم	محمد صادق	شفاعت احمد معلم

وصیت نمبر 15279

میں نور بیگم زوجہ محمد صادق صاحب قوم بھٹی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن چارکوٹ ڈاکخانہ دھری ریلوٹ ضلع راجوری صوبہ جموں وکشمیر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶-۲-۰۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:

کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

(۱) حق مہر -/۲۰۰ روپے جو خاوند سے وصول کر لیا ہے (۲) زیور چاندی کا ہار گلے کا وزن ۲۵۰ گرام قیمت اندازاً دو ہزار پانچ صد روپے (۳) زمین ۱۸ کنال جو خاوند کے نام ہے اس میں سے انہوں نے ۹ کنال زمین مجھے دے دی ہے اس طرح میری جائیداد 9 کنال زمین ہے جس کی اندازاً قیمت -/45000 روپے ہے گھر کی آمدنی اور بچیوں کی طرف سے ملنے والا سالانہ خرچ -/5000 روپے ہے میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہوں گی نیز آئندہ اگر

کوئی آمد یا جائیداد مزید پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی نیز اِس پر بھی میری یہ وصیت حاوی رہے گی میری وصیت ۰۴-۲-۲۶ سے نافذ العمل ہوگی۔ زمین کا خسرہ نمبر 549 ہے۔

میرا گذارہ آمداز جائیداد سالانہ -/5000 ہے۔

میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام ۱/۱۶ اور ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
محمد صادق	نور بیگم زوجہ محمد صادق	شفاعت احمد معلم

وصیت نمبر 15280

میں مبشر احمد خادم ولد محترم مولانا بشیر احمد صاحب خادم مرحوم قوم احمدی پیشہ طالب علم جامعہ احمدیہ عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۰۴-۲-۱۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

محترم والد صاحب مولانا بشیر احمد صاحب خادم درویش وفات پا چکے ہیں۔ والدہ محترمہ حیات ہیں فی الحال کوئی جائیداد نہیں ہے۔ بعد میں اگر کوئی جائیداد پیدا کروں گا تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز قادیان کو دوں گا۔

میرا گزارہ آمد از جائیداد خورونوش ماہانہ -/400 ہے۔

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام ۱/۱۶ اور ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
جاوید اقبال اختر چیمہ	مبشر احمد خادم	شریف احمد ابن

Registered with the Registrar of NEWS Papers of India at No. 38951/82 Postal Registration No. Pb (0194)2003

Monthly

MISHKAT

Qadian

Majlis Khuddamul Ahmadiya Bharat Qadian
Editor :- Zainuddin Hamid
Ph.: (91) 1872-220139 (R) 222232
Fax: 220105

Vol. NO.23 May-2004 No. 5

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کالیکٹ کیرالہ کے ایک
واقف نو طفل عزیزم جزیم احمد ابن مکرم جمال الدین صاحب کے
ساتھ۔ یہ تصویر جلسہ سالانہ یو کے ۲۰۰۳ء کے موقعہ پر لی گئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک یادگار تصویر
یہ تصویر حضورؒ نے اپنی وفات سے ایک روز قبل یعنی ۱۸؍اپریل ۲۰۰۳ء
بروز جمعۃ المبارک شام ۶ بجے حضور کے دفتر محمود ہال لندن میں مکرم انس احمد
صاحب نمائندہ مشکوٰۃ پنجم کے ساتھ کھنچوائی تھی۔
(بشکریہ مکرم رفیع احمد صاحب گجراتی)